رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴
(یہ رسالہ ہر ماہ کی ۵ تاریخ کو قادیان سے شائع ہوتا ہے)

ولتکن امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

رسالہ

# تشحیذ الاذہان

مرتبہ

قاضی محمد ظہور الدین اکمل

تمام خط و کتابت بنام مینیجر

قیمت بہر حال ۱۲ پیشگی

جلد ۱۶ | بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۱ء مطابق ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ | نمبر ۱

## فہرست مضامین

ابطال الوہیت مسیحؑ — ۱ - ۲۸ — شیخ عبد الخالق صاحب فاضل بائبل تالیف و اشاعت

مولوی ابراہیم سیالکوٹی کا مسیحؑ کے صلیب پر لٹکائے جانے سے انکار — ۲۸ - ۳۵ — مولوی جلال الدین صاحب مولوی فاضل شمس سکھوانی۔

ان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ کے صحیح معنے۔ — ۳۶ - ۳۹ — مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری مدرسہ احمدیہ قادیان

قیمت سالانہ عوام سے ۶ر

غیر ممالک سے ۸ر طلبہ سے ۶ر

باہتمام شیخ عبد الرحمن قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان

دار الامان میں چھپا اور چودھری عبد السلام پبلشر نے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہ فروری کا رسالہ تمام خریداروں کو دی پی ہوگا

# رسالہ تشحیذ الاذہان کی سولھویں جلد کا آغاز

محض خدا کے فضل و رحم اور اسی کی دی ہوئی توفیق سے تشحیذ الاذہان کی سولھویں جلد کا آغاز ہوتا ہے۔ میں نے ہمیشہ یہ کوشش کی ہے کہ تشحیذ میں ایسے مضامین شائع ہوں جو مستقل تصنیف کا حکم رکھیں۔ محض لفاظی نہ ہو بلکہ ٹھوس اور اپنے اندر بہت سا ذخیرۂ معلومات رکھتے ہوں۔ الحمد للہ کہ اب تک میں نے اپنی مساعی کو کامیاب پایا اور آئندہ بھی اُمید رکھتا ہوں کہ ناظرین تشحیذ یہ رسالہ ایسا ہی پائیں گے۔ یہ میں جانتا ہوں کہ اس قسم کے مضامین پڑھنے میں دماغ پر ابتداء میں ایک بوجھ محسوس ہوتا ہے اسی لیے تشحیذ کے بارہ میں عام دلچسپی نہیں اور پھر اس کی توسیع اشاعت میں روک ہے لیکن کیا کیا جائے چند نفسوں کے لیے پبلک کے مذاق کا تتبع کرنا بھی منظور نہیں۔ خصوصاً احمدی جماعت کے ہر فرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ علمی مذاق کا دلدادہ رہے۔ اور ہر وقت اپنے دینی معلومات میں اضافہ کی فکر رکھے۔

**تحقیق امام آخر الزمان** اس رسالہ میں شیعہ معتبر کتب کے حوالوں سے حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مہدویت و امامت ثابت کی گئی ہے قیمت ۸ر

**صادقوں کی روشنی** حضرت خلیفۃ المسیح ثانی دام فیضہ کی تصنیف جس میں اُن اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر کیے گئے ہیں خصوصاً ثناء اللہ کے آخری فیصلہ والی پیشگوئی پر بحث ہے مع الوصیت نہایت اعلیٰ درجہ کا ڈمی کاغذ۔ قیمت ۱۲ر

**ختم نبوۃ** نہایت مختصر رسالہ جس میں آیات و احادیث سے مسئلہ ختم نبوۃ پر روشنی ڈالی گئی ہے اور اپنا عقیدہ صحیح ثابت کیا ہے

**تصدیق المسیح** حضرت مسیح موعودؑ پر تمام اعتراضات کا مکمل جواب۔ قیمت ۱ر

**مسئلہ نبوۃ احمدؑ** حضرت مسیح موعودؑ کے بارۂ نبوۃ اپنے حوالے۔ قیمت ۸ر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

# تشحیذ الاذہان

## بابت ماہ جنوری ۱۹۲۱ء

# ابطال الوہیت مسیح

خدا کی تعریف

تیرا جلالی نام مبارک ہووے جو ساری مبارکبادی اور حمد پر بالا ہے تو ہاں تو ہی اکیلا خداوند ہے۔ تو نے آسمان کو اور آسمانوں کے آسمان کو اور اُنکی ساری آبادی کو اور زمین کو اور جو کچھ اُسپر ہے اور سمندروں کو اور جو کچھ ان میں ہے بنایا۔ تو سبھوں کا پروردگار ہے۔ اور آسمانوں کا لشکر تیرا سجدہ کرتا ہے۔ نحمیاہ۔ باب ۹

خداوند کو مبارک کہو اے اُسکے فرشتو تم جو زور میں سبقت لیجاتے ہو اور اُسکے حکموں پر عمل کرتے ہو اور اُسکے کلام کی آواز کو سنتے ہو خداوند کو مبارک کہو اے سب اُسکے لشکرو اے اُسکی خدمت کرنے والو تم جو اُسکی مرضی پر چلتے ہو خداوند کو مبارک کہو اے ساری مخلوق اُسکی ساری مملکت کے ہر مقام میں اے مری جان تو خداوند کو مبارک کہہ اور وہ سب چیزیں جو اس میں ہو اُسکے مقدس نام کو زبور ۱۰۳

سبب تالیف مضمون ہذا

ہر صاحب عقل کا فرض ہے کہ جب سچائی کو خود دریافت کرلے تو اُسکو اپنے ہمجنسوں تک پہنچاوے تاکہ اُس کا فائدہ اُسی کی ذات پر محدود نہ رہ جاے ہماری غرض اس مضمون کے لکھنے سے یہی ہے میں نے اپنا ہوش چرچ مشن میں سنبھالا اور اُسی کے مطابق دینی تربیت پائی اور لڑکپن سے مقدس کتابوں سے واقف ہوا کیونکہ میرے مربی و محسن و متکفل اسی چرچ کے ممبر اور مسلمہ عالم تھے مگر جب میں نے آزادانہ تحقیق کی تو مجکو معلوم ہوا کہ یہ طریق عیسویت جو مروج ہے وہ ہرگز نہیں جسکی حضرت مسیح اور اُسکے مقدس حواریوں نے اوایل میں تعلیم کی تھی یہ عیسویت

خالص نہیں اس میں بہت کچھ آمیزش ہو چکی ہے بالخصوص یہ دو مسائل یعنی الوہیت مسیح اور تثلیث فی التوحید
تو ایسے ہیں کہ مسیح اور رسولوں کو انکا گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا ہاں یہ انجیل کی تعلیم کے صریح مخالف
ہیں انجیل سے انکو ذرا سہارا نہیں ملتا۔ ہمارے پیارے مسیحی بھائی نیک نیتی سے انجیلی تعلیم سمجھ کر ان پر
ایمان لاتے ہیں مگر یہ ایسے نہیں اور مجھے یقین کامل ہے کہ وہ تمام منصف مزاج جنکے دل تعصب اور
طرفداری سے پاک ہیں ان مسائل کے ترک کر دینے میں تامل نہ کریں گے بشرطیکہ انکو یہ باور ہو جائے
کہ دراصل یہ مسائل جنکو وہ نجات کے لیے لازمی سمجھتے ہیں نہ صرف انجیلی نہیں بلکہ صریح انجیل کے
خلاف ہیں۔ اسی وجہ سے ہم اس مضمون کو شائع کرنے کی از حد ضرورت سمجھتے ہیں کیونکہ چراغ روشن
کر کے پیمانہ کے تلے نہیں بلکہ چراغدان پر رکھتے ہیں تاکہ اُن سبکو جو گھر میں ہوں روشنی دے ✤

**ضرورت تحقیق دین** اگر خدا کی ذات واحد مطلق ہے اگر مسیح اور روح القدس خدا نہیں ہیں تو وہ
سب لوگ جو بیٹے اور روح القدس کو خدا مانکر انکی باپ کی برابر عزت کرتے ہیں وہ ضرور خداے واحد کی
بیعزتی کرتے ہیں اور بُت پرستی کے معاون ہیں اسی طرح اگر دراصل خداے واحد کی ذات میں اقانیم ثلاثہ
ہیں اور مسیح اور روح القدس خدا ہو کہ خدا کے برابر عزت کے مستحق ہیں تو ضرور وہ سب جو ایسا نہیں مانتے
خدا کو غصہ دلاتے ہیں پس ہر مسیحی کو جو انجیل پر ایمان لاتا ہے لازم ہے کہ بہت غور اور فکر اور روشنی اور
صدق دلی کے ساتھ ان اہم امور میں کمال تحقیق عمل میں لائے تاکہ وہ بے پروای اور غفلت سے
اپنے بے بہا ایمان کو غارت کر کے خدا کا مجرم نہ ٹھہرے صداقت کی محبت راستبازی کا مال ہے اور
تحقیق سے ڈرنا ایمان کا زوال۔ مسیحیوں کے مقدس پولوس فرماتے ہیں۔ "سب باتوں کو پرکھو بہتر
کو اختیار کرو ۱ تھسلو ۵/۲۱ ✤

**شخصی تقلید اور مذہب** کسی عقیدہ کو اسلیے تقلیداً ماننا کہ ہمارے آباؤ اجداد اسکو مانتے آئے ہیں یا اسکے ترک کرنے
میں مخالفت یا دقت یا بدنامی یا دنیاوی رسوائی و نقصان ہے کسی صادق و عاقل کا
کام نہیں دنیا میں وہ کونسا طالب حق ہوا جسکو یہ مشکلیں درپیش نہیں آئیں دین اور
مذہب کا علاقہ انسان اور اسکی خدا ہی کے ساتھ ہے اس میں کسی تیسرے کا دخل نہیں چاہے
وہ باپ ہو یا ماں چاہے اُستاد ہو یا آقا ہم اپنے خیالات کے لیے صرف خدا کے جواب دہ ہیں
اگر ہم نیک نیتی اور کمال کوشش اور فکر عمل میں نہیں لائے تو ضرور ہم خدا کے سامنے منہ دکھانے

کے قابل نہیں پر اگر ہم یہ سب کر چکے ہیں تو گو کہ ہمارے عقلی و ذہنی نتائج غلط بھی ہوں ہم اپنے ارادہ و نیت و دل کے مطابق ماجور ہوں گے مبارک وہ جو اپنے تئیں اس کام کے سبب جسے وہ مناسب جان کے کرتا ہے ملامت نہ کرے روم ۱۴/۲۲

عالم بشپ واٹسن فرماتے ہیں۔ اگر مختلف اشخاص ہوشیاری اور ایمانداری سے نوشتوں کی تحقیق کرکے نہایت اہم مسائل میں بھی مختلف نتیجوں پر پہنچیں ہم یقین کرتے ہیں کہ خدا فقط جو جانتا ہے کہ ہر انسان کس قابل ہے اسپر جو غلطی پر ہے رحم فرماوے گا۔ ہمیں یقین ہے کہ وہ توحیدی کو معاف کرے گا اگر وہ غلطی پر ہے کیونکہ وہ اس میں بت پرست ہو جانے کے خوف سے پڑ گیا اس خوف سے کہ مبادا وہ اس جلال کو جسے وہ فقط خدا ہی کا حق سمجھتا ہے کسی اور کو دیدے۔ (دیباچہ مجموعہ رسائل دینی)۔ انجیل میں اسکو لازمی بتایا ہے کہ ہم روحوں کو پرکھیں نوشتوں کو ڈھونڈیں اور اپنے عقائد کا انجیل کے ساتھ مقابلہ کرکے دریافت کریں کہ آیا وہ اس کے مطابق ہے یا نہیں اعمال ۱۷/۱۱

پس چاہیئے کہ ہم کمال منت و عاجزی کے ساتھ خدا سے دعا مانگیں کہ وہ ہم کو فہم عنایت کرے تاکہ ہم اُسکے صحیح منشاء کو سمجھیں۔

ضروری نوٹ

یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اہل تحقیق کے نزدیک کسی تالیف کا دوسرے رسائل کا انتخاب یا ترجمہ ہونا اس تالیف کو باطل نہیں کرتا حق بوڑھا نہیں ہوتا مضبوط اعتراض پرانا ہو کر مر نہیں جاتا۔ پس وہ دوست جو ہمیشہ طنزاً فرمایا کرتے ہیں کہ عبد الخالق کے دلائل حرف بحرف انگریزی رسائل کا ترجمہ ہیں اور اسکی اپنی دلیل کوئی نہیں اسکی اپنی بات صرف یہ ہے کہ مینے یوں دوں تحقیق کر لیا وہ یہ سمجھیں کہ یہ ایک شمشیر ہے انجیلی فولاد کی جو دست بدست مجھ تک پہنچی اسکے وار سے نہ متقدمین بچ سکے نہ متاخرین بچ سکے ہیں۔ میرا دعویٰ ان دلائل کی نسبت یہی ہے کہ یہ حق ہیں انکو کوئی باطل نہیں کر سکتا جب تک کہ انجیل دنیا میں موجود ہے۔

اسکے علاوہ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ یہ مضمون انجیل کی بنا پر لکھا گیا ہے اور اسکے لکھتے وقت فریق ثانی کے عقائد اور کل مباحث کو میں نے اپنے سامنے رکھا ہے۔ مجکو اسکی تمام چور راہیں اور اسکی مورچہ بندی سے آگاہی ہے کیونکہ میں کبھی خود لڑکا تھا تب لڑکے کی مانند بولتا تھا اور لڑکے کی مانند خیال کرتا تھا اور لڑکے کی مانند محبت کرتا تھا پر جب جوان ہوا تب مینے لڑکپن سے ہاتھ اُٹھایا۔

نوٹ

اس مضمون میں اکثر تین امور پر بحث کیگئی ہے یعنی انجیل کے صحیح متن و صحیح ترجمہ اور صحیح تفسیر پر جہاں کہیں متن یا ترجمہ یا تفسیر مروجہ یا کسی امر سے اختلاف ہوا تو اکثر اپنی رائے کی تائید میں مستند تثلیثی علماء کے اقوال پر استدلال کیا ہے کیونکہ ان کی رائے ہمارے مخاطبین کے نزدیک زیادہ قابل اعتبار و وقار ہے ترجمہ یا متن کی نسبت بہت جگہ ریوائزڈ ورشن یعنی نئے انگریزی ترجمہ کا حوالہ دیا ہے واضح ہو کہ پرانا ترجمہ مروجہ یعنی اتھورائیزڈ ورشن جو آف انگلینڈ میں ۱۶۱۱ء میں ہوا تھا اڑھائی سو برس کے بعد اسی چرچ میں اس ترجمہ کی نظر ثانی ۱۸۸۱ء میں ہوئی انگلستان و امریکہ کے مشہور و معروف تثلیثی علماء ترجمہ کی کمیٹی میں شامل ہوئے اور یہ نیا ترجمہ انکی دس سال کی محنت کا حاصل ہے پس یاد رکھنا چاہیے کہ جب کبھی ہم متن یا ترجمہ کے لیے ریوائزڈ ورشن کا حوالہ دیتے ہیں تو گویا ایک تعداد کثیر علمائے اہل تثلیث کو اپنا گواہ بناتے ہیں +

**ہماری نیک نیتی و دیانتداری**

ہم نے اس مضمون میں اپنی دانست میں اپنے مخاطبوں کے علاوہ دلائل پیش کر کے ان کی تردید کرنی چاہی ہے اور ان کے نزدیک جو آیات نہایت معتبر سمجھی جاتی ہیں انھیں پر استدلال کیا ہے ان آیات کی نسبت جو دعویٰ کیا جاتا ہے وہی ہمنے مدنظر رکھا ہے اور اسی لیے میں نے اردو کے رسالجات مثلاً پادری کلیب صاحب کا رسالہ دربیان تثلیث پادری ٹامسن صاحب کا رسالہ تشریح التثلیث اور ڈاکٹر فنڈر صاحب کا مفتاح الاسرار اور خصوصاً رسالہ میزان الحق کو جو ایک انگریز عالم کی تصنیف کا اردو ترجمہ ہے وقت تحریر اپنے پیش نظر رکھا ہے تاکہ کسی طرح ان کے اصلی دعوے کا زور کم نہ ہونے پائے +

## تنقیح اوّل

### آیا پرانے عہدنامہ میں کثرت فی الوحدت کی تعلیم ہوئی ہے

پرانے عہدنامہ میں خالص وحدت کی تعلیم ہوئی ہے احکام عشرہ کا پہلا حکم یہ ہے۔ "میرے آگے تیرا کوئی دوسرا خدا نہ ہووے" "سن اے اسرائیل خداوند ہمارا خدا اکیلا خداوند ہے۔ استثنا ۶: ۴ خدا ازلی ہے زبور ۹۰: ۲ پیشتر اس سے کہ پہاڑ پیدا ہوئے اور زمین اور دنیا کو تو نے بنایا ازل سے ابد تک تو ہی خدا ہے ۹۲: ۲ تو تو ازل سے ہے بے مثل ہے اور لاشریک ہے۔ یسعیاہ ۴۶: ۵ و ۹ تم مجھے کس سے تشبیہ دوگے اور مجھے کسکی مانند کہو گے اور مجھ کو کس سے ملاؤ گے تاکہ ہم یکساں ٹھیریں"

میں خدا ہوں اور مجھ سا کوئی نہیں۔ استثناء ۳۲/۳۹ اب دیکھو کہ میں ہی وہ ہوں اور کوئی معبود میرے ساتھ نہیں۔ وہی خالق ہے۔ پیدائش ۱/۱ ابتدا میں خدا نے زمین کو اور آسمان کو پیدا کیا اور بھی دیکھو۔ زبور ۳۳/۶ یسعیاہ ۴۴: ۸ و ۲۴: ۲ وہ یکتا اور حاضر ناظر ہے ۱ سلاطین ۸/۶۰ کیا خدا فی الحقیقت زمین پر سکونت کرے دیکھ آسمان اور آسمانوں کے آسمان تیری گنجائش نہیں رکھتے یرمیاہ ۲۳: ۲۴ کیا آسمان اور زمین مجھ سے بھرے نہیں ہیں خداوند کہتا ہے۔

عہد عتیق کے ان بیانات سے ظاہر ہے کہ خدا اپنی ذات میں کیسا یکتا و احد ہے اور اس وحدت میں کثرت کی تعلیم مطلق نہیں۔ بنی اسرائیل کا عقیدہ بھی اسپر شاہد ہے کسی یہودی نے کبھی خدا کی وحدت میں کثرت کا خیال نہیں کیا اب بعض آیات پر عیسائی زور دیتے ہیں کہ ان سے اشارہ کثرت فی الوحدت کی طرف ہے مگر یہی کہتے ہیں کہ تثلیث کی تعلیم توریت میں صرف "اشارہ" کے طور پر ذکر ہوئی انجیل میں واضحتاً بیان ہوئی ہے اسی سبب سے جب تک کوئی انجیل کے مضمون کو نہ سمجھا ہو توریت کے اکثر مقامات کو جیسا کہ چاہیئے نہ سمجھے گا۔ مفتاح الاسرار ص۵۲ عہد عتیق کو بغیر عہد جدید کے لوازمیہ اقرار کرنا پڑیگا کہ مسئلہ تثلیث کو اس سے ثابت کر لینا کوئی آسان کار نہیں ہے بشپ برنٹ شرح عقائد دینی عقیدہ اوّل۔

ہم اسجگہ یہ بھی بتلائے دیتے ہیں کہ پادری کیلب صاحب نے جو دعویٰ کیا ہے وہ ایک عجیب دعویٰ ہے جسکی صداقت پر کوئی ثبوت تاریخ سے نہیں مل سکتا وہ کئی جگہ کہتے ہیں کہ "ہم مکرر یہ کہتے ہیں کہ کل قوم یہود خدا تعالیٰ کی ذات میں تثلیث فی التوحید اور توحید فی التثلیث کے ہونیکے قائل تھی ان کی جملہ کتب مقدسہ کی تعلیم کا گویا لب لباب اور اصل اصول تھا۔ پرانا عہدنامہ اس تعلیم سے پُر اور مالا مال ہے رسالہ در باب تثلیث ص ۹۳-۹۶-۹۷۔ پادری صاحب کے اس کلام کے ابطال میں ہم صرف چند نہایت ہی مستند و معتبر تثلیثی علماء کے اقوال نقل کرنا ہی کافی سے زیادہ سمجھتے ہیں چنانچہ بشپ بیوبرج فرماتے ہیں "اگرچہ پرانے عہدنامہ میں تثلیث کا اشارہ اکثر پایا ہوتا ہم بغیر نئے عہدنامہ کو اسکو درست طور سمجھنا ایک دشوار امر ہے چنانچہ باوجودیکہ یہودیوں کے درمیان توریت تین ہزار برس سے اور انبیاء دو ہزار برس سے ہیں تو بھی آج کے دن تک وہ اس کثرت فی الوحدت کو اپنے ایمان کا رکن ہرگز نہ بنا سکے بلکہ مثل محمدیوں کے ابتک مقر ہیں کہ خدا

اقنوم ہیں اور ذات میں واحد مطلق ہے Private thoughts of Jesus

پادری صاحب کے ایک اور تثلیثی ہمخیال جان وھینکر صاحب نے بھی ایسا ہی دعویٰ کیا تھا صمویل کالیرج جو پہلے توحیدی عیسائی تھے۔ اور بعد میں تثلیثی ہو گئے۔ ان کے خیال کی یوں تردید فرماتے ہیں کیا یہ حیرت کی بات نہیں کہ اگر دراصل جملہ یہودی وہینکر کے خیال کے مطابق ٹرائیفو کے قریب نصف صدی عین پیشتر ہی تثلیث کے پورے معتقد ہوتے تو جسٹن اس عام ایمان کی طرف کبھی اشارہ بھی نہ کرتا اور ٹرائیفو کو کبھی اس بات کا الزام نہ دیتا کہ تثلیث سے یہودیوں کی مخالفت خود ہمیں کے باپ دادوں کے بلکہ انھیں کے خلاف ایک بدعت ہے جنھوں نے مسیح کا انکار کیا یعنی یسوع کو مسیح نہ مانا" Literary Remains

یونٹی بی اے اس کہتا ہے" کہ یہودیوں کو مسئلہ تثلیث نہ سکھایا گیا تھا کیونکہ انکی حالت طفلی کی تھی مسیل کا بھی یہی قول ہے کیلب صاحب کہتے ہیں " پرانا عہد نامہ اس تعلیم سے الاماں ہے" فنڈر صاحب فرماتے ہیں " تثلیث کی تعلیم توریت میں صرف اشارہ کے طور پر ذکر ہوئی" کیلب صاحب کل قوم یہود کو تثلیث کا قائل مانتے ہیں مگر فنڈر صاحب اس کے برخلاف فرماتے ہیں " چونکہ یہودی انجیل کے معتقد نہیں اسی سبب سے مسئلہ کثرت فی الوحدت کا راز ان پر پوشیدہ ہے" مفتاح الاسرار صفحہ ۵۲ پس ہم بشپ بیوبرج اور صمویل کالیرج اور دیگر مستند تثلیثی علماء کے مذکورہ بالا خیالات کو کیلب صاحب کی بے بنیاد رائے پر ترجیح دیتے ہیں ✱

یہاں پر یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہودی اپنے معبود مسیح کی الوہیت کے قائل ہرگز نہ تھے اور نہ ہیں ڈاکٹر پیکٹ مسیح کے زمانہ تک یہود کے خیالات کی نسبت فرماتے ہیں " حقیقی الٰہی ماہیت مسیح کی تعلیم نہیں کی گئی تھی۔ انٹروڈکشن باب دوم آخر۔ بشپ ورڈزورتھ فرماتے ہیں " موافق تصورات یہود کے مسیح کوئی الٰہی شخص ہونیوالا نہ تھا" سمتھ بائبل ڈکشنری خدا کا بیٹا پس جبکہ صرف انجیل ہی کی روشنی میں پرانے عہد نامہ سے کثرت فی الوحدت کی تعلیم اخذ ہو سکتی ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اگر انجیل میں کثرت فی الوحدت کی روشنی نہ مل سکی تو پرانا عہد نامہ کثرت کی تعلیم کی نسبت بالکل تاریک رہیگا اسلیے ہم اس مضمون میں پرانے عہد نامہ پر مطلق بحث نہ کرینگے صرف انجیل ہی پر غور کر کے دیکھیں گے کہ آیا یہ تعلیم اس میں ہے یا کہ نہیں اگر انجیل میں کثرت فی الوحدت کی تعلیم نہ ملے تو پھر اسکے ڈھونڈنے کے لیے پرانے عہد نامہ کی طرف رجوع کرنا بالکل عبث ہے ✱

ہ کامل انسان اور
سوا اخدا ہونے کے ہر پہلو سے

# تنقیح دوم

## کیا مسیح میں دو ذات اور دو شخصیتیں تھیں

مسیح کی نسبت دو رائیں ہیں ایک یہ کہ وہ صرف انسان ہے خدا نہیں بلکہ نبی ہے۔ یہ ثابت کرنا کہ مسیح انسان ہے فضول ہے کیونکہ یہ تو مسیحیوں کو بھی تسلیم ہے ہم ان کے اس عقیدہ کی نفی کرتے ہیں جو مسیح کو خدا سمجھنے کا ہے۔ واضح ہو کہ جب ہم مسیح کے ایسے اقوال پیش کرتے ہیں جن سے نفی الوہیت مسیح ہوتی ہے تو اہل تثلیث فرماتے ہیں کہ اس نے یہ اقوال اپنی الوہیت کی نسبت نہیں کہے بلکہ انسانیت کی نسبت کہے اور ان سے صرف اظہار انسانیت مقصود ہے نہ نفی الوہیت اور کہ اس میں دو ذاتیں الوہیت اور انسانیت متحد ہیں کبھی وہ اپنی محض الوہیت کی نسبت اور کبھی محض انسانیت کی نسبت کلام کرتا ہے۔ مگر مسیح کی دو ذاتوں کا مسئلہ بے بنیاد ہے۔

(۱) مسیح کی دو ذاتوں کا مسئلہ یہ ہے کہ "وہ اگرچہ خدا اور آدمی بھی ہے پر دو نہیں بلکہ ایک مسیح ہے اقنوم کی یکتائی سے خدا اور انسان ایک مسیح ہے (اتھناسیس) یعنی اگرچہ الوہیت اور انسانیت میں تمیز کی جاتی ہے مگر مسیح کو ایک ہی اقنوم یعنی شخص مانتے ہیں۔ اقنوم یا شخص کی تعریف تشریح التثلیث ص۱۷ میں یہ کی گئی ہے "شخص وہ ہے جو کہہ سکے کہ میں اور تو اور وہ اور مجھے اور میرا اور اپنا" پس جب مسیح ایک ایسا اقنوم بنا جو منقسم نہیں ہو سکتا" اور وہ باعتبار شخصیت کے میں اور میرا اور مجھے استعمال کرتا ہے تو صاف ظاہر ہے کہ وہ ہمیشہ اپنی کل شخصیت و اقنومیت کی نسبت یہ الفاظ استعمال کرتا ہے نہ کہ کسی جز کی نسبت کیونکہ "اقنوم منقسم نہیں ہو سکتا" اور ثابت ہوا کہ مسیح میں اور میرا اور مجھے بول کر نہ تنہا اپنی الوہیت کی طرف اشارہ کرتا ہے اور نہ تنہا اپنی انسانیت کی طرف بلکہ اس ایک اور کل اقنوم کی طرف جو مسیح ہے۔ پس جب وہ کہتا ہے **میرا باپ مجھ سے بڑا ہے میں آپ سے کچھ نہیں کر سکتا**" تو وہ لفظ میں اور میرا اور مجھ میں اپنی کل ہستی و شخصیت جس کا نام مسیح ہے اور "جو منقسم نہیں ہو سکتا" شامل کرتا ہے پس یہ قول کہ بعض آیات میں اسکی بشریت اور بعض میں اسکی الوہیت بیان اور عیاں ہوتی ہے (مفتاح الاسرار ص۱۹) بالکل مہمل اور بے بنیاد وہم ہے جو ایک واحد مسیح کو دو وجود شخصیتوں میں منقسم کر دیتا ہے۔

(۲) اگر ذرا غور کیا جائے تو معلوم ہوگا (نعوذ باللہ) مسیح کو ریاکار اور دھوکہ باز بناتا ہے اگر تم میں سے

کوئی شخص کسی بات کو جان کر یہ کہے کہ "میں اسبات کو نہیں جانتا" اور پھر اپ کو جھوٹ کے الزام سے بچانیکو کہے کہ میرا جسم اسبات کو نہیں جانتا پر روح جانتی ہے یا کہے کہ "میں اس کتاب کو نہیں اُٹھا سکتا" اور جب لوگ حیرت سے سوچنے لگیں کہ شاید اسپر فالج گرا تو وہ کہدے "میری روح کتاب کو نہیں اُٹھا سکتی پر جسم اُٹھا سکتا ہے" تو لوگ اسکی پاکبازی اور صدق باطن کی نسبت کیا کہیں گے پس ہمارے مخاطب دیکھیں کہ اگر مسیح کسی طور سے بھی باپ کے برابر تھا اگر وہ سب کچھ اُپ ہی کرتا تھا تو پھر اس کا یہ فرمانا کہ میرا باپ مجھ سے بڑا ہے میں اُپ سے کچھ نہیں کر سکتا اس گھڑی کی نسبت سوائے باپ کے بیٹا بھی نہیں جان سکتا" کیا معنے رکھ سکتا ہے اور ان کے سامعین کے اوپر ایسے ذو معنی کلمات کا کیا اثر پیدا ہوا ہوگا اگر مسیح کے کلمات ذو معنی نہ تھے جو وہ کہتا تھا بالکل سچ تھا +

(۳) یہ دو ذاتوں کا مسئلہ انجیلی نہیں مسیح نے دو ذاتوں کا اظہار اپنے کسی ایک قول میں بھی نہیں کیا انجیل سے اس مسئلہ کی کوئی سند نہیں ہے۔

(۴) ہاں ہم کہتے ہیں کہ یہ دو ذاتوں کا مسئلہ اہل تثلیث نے ہمارے اعتراض سے بچنے کے لیے ایجاد کیا ہے اسکو انجیل سے کوئی سہارا نہیں ملتا یہ مسئلہ ہمارے لیے جو انجیل میں مسیح کا ایک قول بھی ایسا نہیں پاتے جس سے الوہیت ثابت ہو مفید نہیں یہ تو صرف انہیں لوگوں کے لیے مفید ہو سکتا ہے جو مسیح کے دو قسم کے اقوال دریافت کرتے ہیں ایک وہ جنسے الوہیت ظاہر ہوتی ہے دوسرے وہ جن سے انسانیت اور ان دو قسم کے اقوال کی مطابقت کیلیے ایسے مسئلہ کی ضرورت سمجھتے ہیں مگر ہم اپ کی خاطر یہ کل دلائل جو در بارہ مسئلہ مذکور کے اپ لوگوں نے اناجیل سے پیش کیئے ہیں تحریر کر کے انکی تردید کیے دیتے ہیں ناظرین

**پہلی دلیل فلپ ۲: ۶-۷** "اس نے خدا کی صورت میں ہو کر خدا کے برابر ہونیکو کوئی گرفت کرنے والی چیز نہ جانا لیکن اس نے اپ کو نیچ کیا کہ خادم کی صورت پکڑی اور انسان کی شکل بنا" ان ایات میں رسول مسیح کی دو ذاتوں کا مقابلہ کرتا ہے کہ وہ انسان بنا اور انسان بننے سے پہلے وہ خدا کی صورت میں تھا" واضح ہو کہ یہ ایک ایسی ایت ہے جس کے ترجمہ پر علماء کو اکثر اختلاف رہا ہے ریوائزڈ ورشن میں اکثر ریوائزڈ ورشن کی بعض اہم غلطیوں کی تصحیح ہو گئی ہے دو تراجم کے مقابلہ کرنے سے اصل فرق دریافت ہوتا ہے یہاں ہم صرف اس اختلاف کو دکھلاتے ہیں جو اتھورائزڈ ترجمہ اور ریوائزڈ ورشن میں ہے "خدا کے برابر ہونا غنیمت نہ جانا" اس کا ترجمہ اب

یوں ہوا ہے "خدا کے ساتھ ایک برابری پر ہونے کو الغنام نہ جانا" ڈاکٹر میکنائٹ کے مطابق اور زیادہ درست ترجمہ اس کا یہ ہے "خدا کے مشابہ ہونا غنیمت نہ جانا" ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ ہوما کے درست معنی مشابہت ہیں نہ کہ برابری اور کہ سیپٹوا جینٹ میں یہ لفظ اسی معنی میں مستعمل ہوا ہے ڈاکٹر ٹے ڈاڈرج اور ڈاکٹر ڈیٹی اپنی اپنی تفسیروں میں اس آیت کا ترجمہ خدا سا ہونا کرتے ہیں پس اردو زبان میں اس مطلب کو درستی کے ساتھ یوں ادا کیا جاتا ہے اس نے خدا کی صورت میں ہو کر خدا سا ہونا الغنام نہ جانا ایسا ہی خروج ۷ کا ترجمہ ہے فرعون کے لیے موسیٰ کو خدا سا بنایا۔ یہ کہنا کہ ایک شخص دوسرے کی صورت میں ہے یہ نہیں کہنا ہے کہ دونو شخص برابر یا ایک ہیں بلکہ مراد ہمیشہ یہی ہوتی ہے کہ بعض خاص امور میں ایک دوسرے کے مشابہ ہے کیونکہ دیکھئے بعینہ یہی الفاظ آیت ۷ میں یوں آئے ہیں "اس نے خادم کی صورت پکڑی" ڈاکٹر ڈیٹی اپنی تفسیر میں لکھتا ہے۔ کہ "بہت سے مفسر یہ سمجھتے ہیں کہ خدا کی صورت سے رسول کا مطلب تھا کہ مسیح درصل اور درحقیقت خدا تھا گو یہ ایک حقیقت مسلمہ ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ یہ جگہ اس جملہ کا مطلب یہ نہیں" مفسر موصوف نے چار دلیلوں سے اس امر کو ثابت کیا ہے اور دلیل دوم میں لکھا ہے کہ "یہ قول کہ خدا کی صورت سے الوہیت الٰہی ظاہر ہوتی ہے اس قول سے کہ خادم کی صورت سے خادم کی ماہیت ظاہر ہوتی ہے کچھ زیادہ پائدار نہیں ہے" مسیح دراصل خادم نہ تھا بلکہ اپنی پست حالت میں خادم سا نظر آتا تھا اسی طرح خدا بھی نہ تھا بلکہ صرف خدا کی صورت تھا۔ اور اپنی اصلی ہستی میں خدا نہیں بلکہ خدا سا نظر آتا تھا۔

اس آیت کا مطلب کہ اس نے خدا کی صورت میں ہو کر خدا سا ہونا غنیمت نہ جانا لیکن جس طرح آپ کو پست کیا کہ خادم کی صورت پکڑی ہم بالکل اسی رسول کے الفاظ ہیں ادا کر سکتے ہیں کیونکہ پولوس نے بعینہ اسی مطلب کو دوسرے الفاظ میں یوں ادا کیا ہے "مسیح دولتمند تھا اور تمہارے لیے مفلس ہو گیا تاکہ تم اس مفلسی سے دولتمند ہو جاؤ (۲ قرنتھیوں) پھر یاد رکھنا چاہیے کہ خدا کی صورت سے کوئی غیر خدا خدا نہیں ہو جایا کرتا۔ کیا اہل تثلیث بھول گئے کہ "انسان خدا کی صورت پر پیدا کیا گیا ہے" اہل تثلیث مسیح کی الٰہی ذات کی تائید میں ایک اور دلیل پیش کرتے ہیں اور وہ یہ کہ اگر بقول منکران الوہیت مسیح مسیح صرف ایک انسان تھا تو

پیدایش سے پہلے مثل اور انسانوں کے کچھ نہ تھا۔ پس فلپیوں کی خط مذکورہ کی آیات میں جو پولوس نے یہ کہا۔ کہ "اس نے پستی کو قبول کیا اور خادم کی صورت پکڑی" اسکے کیا معنی ہوے یہ رضا و رغبت کسکو ہوئی تھی مگر ہم کہتے ہیں کہ اگرچہ بقول شما مسیح ہمیشہ انسان نہ تھا مگر ابتو ہے۔ قبل دنیا میں آنے کے وہ روح مخلوق تھا۔ وہ روح انسان بنی انسان کا تصور یہی ہے نہ کچھ اور کہ روح مخلوق جسم سے متحد ہو کر علائق دنیوی اور جسمانی کا تجربہ کرے یونتو ایک طور پر انسان کو بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہمیشہ انسان نہیں کیونکہ مرنے کے بعد روح جسم کو چھوڑ دیتی ہے اس وقت اسکو انسان کس معنے میں کہتے ہیں پس جب روح مخلوق نے جسم کو اسطور پر قبول کر لیا جس طرح پر انسان کی روح جسم کو قبول کیے ہوے اس وقت موجود ہے تو مسیح بھی انسان ہو گیا یہی انسان کا سچا تصور ہے اور یہی پورے طور پر مسیح پر صادق آتا ہے اور یوں تو ہر انسان میں دو ذاتیں ہیں روحانی ہے اور جسمانی وہ فانی ہے اور غیر فانی۔

دوسری دلیل روم ۹/۵ اور جسم کی نسبت مسیح بھی انھیں میں سے ہوا جو سب کا خدا ہمیشہ مبارک ہے" اہل تثلیث کہتے ہیں۔ کہ "الفاظ جسم کی نسبت ظاہر کرتے ہیں کہ اس میں دوسری ذات بھی تھی جو انسانیت سے نسبت نہ رکھتی تھی اور اس کا ذکر بھی ساتھ ہی ہوا ایسے محاورے سوای مسیح کے اور کسی کے لیے نہیں آئے" پولوس حواری نے یہاں صرف یہ کہا ہے کہ جسم کی نسبت مسیح بھی بنی اسرائیل سے ہے یعنی باعتبار جسمانی رشتہ داری کے مسیح خاندان بنی اسرائیل سے ہے اور یہ باعث فخر اسرائیل ہے۔ اسی خط کے اسی باب میں جس طرح کہ مسیح کو جسم کی نسبت بنی اسرائیل سے قرار دیا ہے اسی طرح وہ جسم کی نسبت بنی اسرائیل کو اپنا قرابتی قرار دیتا ہے اور کہتا ہے "بنی اسرائیل جسم کی نسبت میرے قرابتی ہیں ۹/۳ تو کیا پولوس اور قرانتیوں کی بھی دو ذاتیں ہیں پھر یہی پولوس ۱ و ۱۰/۱۸ میں کہتا ہے انہیں "جو جسم کی نسبت اسرائیلی ہیں نظر کرو" تو کیا سارے اسرائیلی دو ذات والے ہو گئے مذکورہ دلائل سے ظاہر ہو گیا کہ مسیح دو ذات نہیں بلکہ ایک ہی ذات ہے۔

## مسیح میں لازمی صفات الوہیت نہیں

الوہیت کے لیے بعض صفات لازمی ہیں مثلاً واجب الوجود قائم بالذات قادر مطلق ہونا ہمہ داں ہونا۔ اگر ان لازمی صفات سے کسی ایک کی بھی نفی ہو جائے تو لاریب الوہیت کی نفی ہو

جاتی ہے اب ہم دکھلاتے ہیں کہ مسیح خدا نہیں کیونکہ اس نے ان لازمی صفات میں سے اپنی نسبت ہر ایک کی نفی کر دی ہے (۱) وہ قائم بالذات نہیں۔ "کہ جسطرح زندہ باپ نے مجھے بھیجا ہے میں باپ سے زندہ ہوں یوحنا ۵/۲۶ باپ نے بیٹے کو بھی دیا ہے کہ اپنے میں زندگی رکھے یوحنا ۵/۲۶ مسیح اپنی ہستی اور زندگی کے لیے باپ کا محتاج ہے مسیح خدا کی قدرت سے جیتا ہے (۲ قر ۱۳/۵ و روم ۶/۱۰) (۲) وہ قادر مطلق نہیں۔ "میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ بیٹا آپ سے کچھ نہیں کر سکتا میں آپ سے کچھ نہیں کر سکتا مگر جو میرے باپ نے مجھے سکھلایا ہے میں وہ باتیں کرتا ہوں (یوحنا ۵/۱۹ و ۸/۲۸) (۳) وہ ہمہ داں نہیں۔ آخری دن کی نسبت اس نے کہا اس گھڑی کی بابت سوائے باپ کے نہ فرشتے اور نہ بیٹا کوئی نہیں جان سکتا مرقس ۱۳/۲۳ دیکھو نہ مسیح قائم بالذات ہے نہ قادر مطلق اور نہ ہمہ داں کیا پھر بھی بہمہ وجوہ خدا ہے۔

## مسیح اور اُس کے حواریوں کی تعلیم

جب ہم مسیح کی تعلیم کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وحدت کے بارہ میں اُسنے بلا کم و کاست اسی ایک حکم کو دہرایا ہے کہ سب حکموں میں اول یہی ہے کہ اے اسرائیل سن وہ خداوند جو ہمارا خدا ہے ایک ہی خداوند ہے مرقس ۱۲/۲۹ اور بہت تاکید کے ساتھ یہ بتلانے کو کہ اس واحد خدا میں کوئی امتیاز اقانیم کا نہیں اور یہ واحد خدا صرف باپ ہی ہے نہ بیٹا یا روح القدس اس نے کہا ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ (باپ) کو اکیلا سچا خدا اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں یوحنا ۱۷/۳ دیکھو یہاں باپ کو اکیلا سچا خدا کہا اب گنجایش نہیں کہ ہم سوائے باپ کے کسی دوسرے کو بھی سچا خدا کہہ سکیں اگر کہیں تو پھر صاف ظاہر ہے کہ باپ اکیلا سچا خدا نہ رہے گا اور مسیح کو تو خدا نہیں کہہ سکتے وہ کہتا ہے کہ اسکو بھیجا ہوا (یعنی رسول) جانیں جہاں عبادت کا ذکر آیا ہے وہاں مسیح کہتے ہیں "سچے پرستار روح اور راستی سے باپ کی پرستش کرینگے یوحنا ۴/۲۳ نہ کسی دوسرے اقنوم کی۔ پس پرستش بھی باپ کی ہی ہوئی۔ اور وہی اکیلا سچا خدا ہے۔ جو دعا مسیح نے اپنے شاگردوں کو سکھلائی اس میں بھی یہی خطاب ہے "اے ہمارے باپ جو آسمان پر ہے" متی شاگردوں کی تعلیم۔ مسیح کے حواریوں نے بھی اسی خالص وحدت کی تعلیم دی وہ خدا سوائے باپ کے کسی اور کو نہ کہتے تھے "ہمارا ایک خدا ہے جو باپ ہے اور کوئی خدا نہیں مگر ایک ۱ قر ۸/۴ و ۶ ایک خدا جو سب کا باپ سب کے اوپر سب کے درمیان اور ہم سب میں ہے افسی ۴/۶

یوں ہوا ہے "خدا کے ساتھ ایک برابری پر ہونے کو انعام نہ جانا" ڈاکٹر میکنانٹ کے مطابق اور زیادہ درست ترجمہ اس کا یہ ہے "خدا کے مشابہ ہونا غنیمت نہ جانا" ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ ہاہ کے درست معنی مشابہت ہیں نہ کہ برابری اور کہ سیئو ایجنٹ میں یہ لفظ اسی معنی میں مستعمل ہوا ہے ڈاکٹر ٹے ڈاڈرج اور ڈاکٹر وہٹی اپنی اپنی تفسیروں میں اس آیت کا ترجمہ خدا سا ہونا کرتے ہیں پس اُردو زبان میں اس مطلب کو درستی کے ساتھ یوں ادا کیا جاتا ہے اس نے خدا کی صورت میں ہو کر خدا سا ہونا انعام نہ جانا ایسا ہی خروج ۷ کا ترجمہ ہے فرعون کے لیے موسیٰ کو خدا سا بنایا۔ یہ کہنا کہ ایک شخص دوسرے کی صورت میں ہے یہ نہیں کہتا ہے کہ دونو شخص برابر یا ایک ہیں بلکہ مراد ہمیشہ یہی ہوتی ہے کہ بعض خاص امور میں ایک دوسرے کے مشابہ ہے کیونکہ دیکھئے بعینہ یہی الفاظ آیت ۷ میں یوں آئے ہیں "اس نے خادم کی صورت پکڑی" ڈاکٹر وہٹی اپنی تفسیر میں لکھتا ہے۔ کہ "بہت سی مفسرین سمجھتے ہیں کہ خدا کی صورت سے رسول کا مطلب تھا کہ مسیح دراصل اور درحقیقت خدا تھا گو کہ ایک حقیقت مسلّمہ ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ اس جگہ اس جملہ کا مطلب یہ نہیں" مفسر موصوف نے چار دلیلوں سے اس امر کو ثابت کیا ہے اور دلیل دوم میں لکھا ہے کہ "یہ قول کہ خدا کی صورت سے ماہیت الٰہی ظاہر ہوتی ہے اس قول سے کہ خادم کی صورت سے خادم کی ماہیت ظاہر ہوتی ہے کچھ زیادہ پائدار نہیں ہے" مسیح دراصل خادم نہ تھا بلکہ اپنی پست حالت میں خادم سا نظر آتا تھا اسی طرح خدا بھی نہ تھا بلکہ صرف خدا کی صورت تھا۔ اور اپنی جلالی ہستی میں خدا نہیں بلکہ خدا سا نظر آتا تھا۔

اس آیت کا مطلب کہ "اس نے خدا کی صورت میں ہو کر خدا سا ہونا غنیمت نہ جانا لیکن اس نے آپ کو ہیچ کیا کہ خادم کی صورت پکڑی ہم بالکل اسی رسول کے الفاظ میں ادا کر سکتے ہیں کیونکہ پولوس نے بعینہ اسی مطلب کو دوسرے الفاظ میں یوں ادا کیا ہے "مسیح دولتمند تھا اور تمہارے لیے مفلس ہو گیا تاکہ تم اس مفلسی سے دولتمند ہو جاؤ (۲ قر ۸/۹) پھر یاد رکھنا چاہیے کہ خدا کی صورت سے کوئی غیر خدا خدا نہیں ہو جایا کرتا۔ کیا اہل تثلیث بھول گئے کہ "انسان خدا کی صورت پر پیدا کیا گیا ہے" اہل تثلیث مسیح کی الٰہی ذات کی تائید میں ایک اور دلیل پیش کرتے ہیں اور وہ یہ کہ اگر بقول منکران الوہیت مسیح مسیح صرف ایک انسان تھا۔ تو

پیدائش سے پہلے مثل اور انسانوں کے کچھ نہ تھا۔ پس فلپیوں کی خط مذکورہ کی آیات میں جو پولوس نے یہ کہا۔ کہ "اس نے پستی کو قبول کیا اور خادم کی صورت پکڑی" اسکے کیا معنی ہو سکتے ہیں رضا درعیت کسکو ہوئی تھی مگر ہم کہتے ہیں کہ اگرچہ بقول شما مسیح ہمیشہ انسان نہ تھا مگر ابتو ہے۔ قبل دنیا میں آنے کے وہ روح مخلوق تھا۔ وہ روح انسان نبی انسان کا تصور یہی ہے کہ کچھ عرصہ کو روح مخلوق جسم سے متحد ہو کر علائق دنیوی اور جسمانی کا تجربہ کرے یونہی ایک طور پر انسان کو بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہمیشہ انسان نہیں کیونکہ مرنے کے بعد روح جسم کو چھوڑ دیتی ہے اس وقت اسکو انسان کس معنے میں کہتے ہیں پس جب روح مخلوق نے جسم کو اسطور پر قبول کر لیا جس طرح پر انسان کی روح جسم کو قبول کیے ہوئے اس وقت موجود ہے تو مسیح بھی انسان ہو گیا یہی انسان کا سچا تصور ہے اور یہی پولوس اسطور پر مسیح پر صادق آتا ہے اور یوں تو ہر انسان میں دو ذاتیں ہیں روحانی ہے اور جسمانی وہ فانی ہے اور غیر فانی ۔

دوسری دلیل رومیوں ۹ باب ۵ اور جسم کی نسبت مسیح بھی انہیں میں سے ہوا جو سب کا خدا ہمیشہ مبارک ہے" اہل تثلیث کہتے ہیں۔ کہ " الفاظ جسم کی نسبت ظاہر کرتے ہیں کہ اس میں دوسری ذات بھی تھی جو انسانیت سے نسبت نہ رکھتی تھی اور اس کا ذکر بھی ساتھ ہی ہوا ایسے محاورے سوائے مسیح کے اور کسی کے لیے نہیں آئے" پولوس حواری نے یہاں صرف یہ کہا ہے کہ جسم کی نسبت مسیح بھی بنی اسرائیل ہی ہے یعنی باعتبار جسمانی رشتہ داری کے مسیح خاندان بنی اسرائیل سے ہوا اور یہ باعث فخر اسرائیل ہے۔ اسی خط کے اسی باب میں جس میں مسیح کو جسم کی نسبت بنی اسرائیل ہی قرار دیا ہے اسی طرح وہ جسم کی نسبت بنی اسرائیل کو اپنا قرابتی قرار دیتا ہے اور کہتا ہے "بنی اسرائیل جسم کی نسبت میرے قرابتی ہیں ۹ تو کیا پولوس اور قرانتیوں کی بھی دو ذاتیں ہیں پھر ہی پولوس ۱ کرنتھیوں ۱۰ باب میں کہتا ہے "جو جسم کی نسبت اسرائیلی ہیں انظر کرو" تو کیا سارے اسرائیلی دو ذات والے ہو گئے مذکورہ دلائل سے ظاہر ہو گیا کہ مسیح دو ذات نہیں بلکہ ایک ہی ذات ہے۔

## مسیح میں لازمی صفات الوہیت نہیں

الوہیت کے لیے بعض صفات لازمی ہیں مثلاً واجب الوجود قائم بالذات قادر مطلق ہونا ہر دان ہونا۔ اگر ان لازمی صفات سے کسی ایک کی بھی نفی ہو جائے تو لاریب الوہیت کی نفی ہو

جاتی ہے اب ہم دکھلاتے ہیں کہ مسیح خدا نہیں کیونکہ اس نے ان لازمی صفات میں سے اپنی نسبت ہر ایک کی نفی کر دی ہے (۱) وہ قائم بالذات نہیں۔ "کہ جسطرح زندہ باپ نے مجھے بھیجا ہے میں باپ سے زندہ ہوں یوحنا ۵/۲۶ باپ نے بیٹے کو بھی دیا ہے کہ اپنے میں زندگی رکھے یوحنا ۵/۲۶ مسیح اپنی ہستی اور زندگی کے لیے باپ کا محتاج ہے مسیح خدا کی قدرت سے جیتا ہے (۲ قر ۱۳/۵ و روم ۶/۱۰) (۲) وہ قادر مطلق نہیں۔ "میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ بیٹا آپ سے کچھ نہیں کر سکتا میں آپ سے کچھ نہیں کر سکتا مگر جو میرے باپ نے مجھے سکھلایا ہے میں وہ باتیں کرتا ہوں (یوحنا ۵/۱۹ و ۸/۲۸ ۳) وہ ہمہ داں نہیں۔ آخری دن کی نسبت اُس نے کہا اُس گھڑی کی بابت سوائے باپ کے نہ فرشتے اور نہ بیٹا کوئی نہیں جان سکتا مرقس ۱۳/۲۳ دیکھو نہ مسیح قائم بالذات ہے نہ قادر مطلق اور نہ ہمہ داں کیا پھر بھی بہمہ وجوہ خدا ہے۔

## مسیح اور اُس کے حواریوں کی تعلیم

جب ہم مسیح کی تعلیم کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وحدت کے بارہ میں اُسنے بلا کم و کاست اسی ایک حکم کو دہرایا ہے کہ سب حکموں میں اول یہی ہے کہ اے اسرائیل سُن وہ خداوند جو ہمارا خدا ہے ایک ہی خداوند ہے مرقس ۱۲/۲۹ اور بہت تاکید کے ساتھ یہ بتلانے کو کہ اُس واحد خدا میں کوئی امتیاز اقانیم کا نہیں اور یہ واحد خدا صرف باپ ہی ہے نہ بیٹا یا روح القدس اُس نے کہا ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ (باپ) کو اکیلا سچا خدا اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں یوحنا ۱۷/۳ دیکھو یہاں باپ کو اکیلا سچا خدا کہا اب گنجایش نہیں کہ ہم سوائے باپ کے کسی دوسرے کو بھی سچا خدا کہہ سکیں اگر کہیں تو پھر صاف ظاہر ہے کہ باپ اکیلا سچا خدا نہ رہے گا اور مسیح کو تو خدا نہیں کہہ سکتے وہ کہتا ہے کہ اسکو بھیجا ہوا (یعنی رسول) جانیں جہاں عبادت کا ذکر آیا ہے وہاں مسیح کہتے ہیں "سچے پرستار روح اور راستی سے باپ کی پرستش کرینگے یوحنا ۴/۲۳ نہ کسی دوسرے اقنوم کی۔ پس پرستش بھی باپ کی ہی ہوئی۔ اور وہی اکیلا سچا خدا ہے۔ جو دعا مسیح نے اپنے شاگردوں کو سکھلائی اس میں بھی یہی خطاب ہے۔ "اے ہمارے باپ جو آسمان پر ہے" متی شاگردوں کی تعلیم۔ مسیح کے حواریوں نے بھی اسی خالص وحدت کی تعلیم دی وہ خدا سوائے باپ کے کسی اور کو نہ کہتے تھے "ہمارا ایک خدا ہے جو باپ ہے اور کوئی خدا نہیں مگر ایک ۱ قر ۸/۴ و ۶ ایک خدا جو سب کا باپ سب کے اوپر سب کے درمیان اور ہم سب میں ہے افسی ۴/۶

اے انصاف کرنے والو انصاف کرو کیا ممکن ہے کہ خدا کی خالص وحدت اور الوہیت ان سے زیادہ واضح الفاظ میں بیان ہو سکے ایک خدا اسکو کہا جو سب کا باپ ہے جو سب کے اوپر ہے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس خدا میں جو اکیلا سچا خدا ہے کسی دوسرے اقنوم کی گنجایش ہے اس اکیلے سچے خدا کی کیا تعریف ہے "وہ مبارک اور اکیلا حاکم بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند ہے بقا فقط اسی کو ہے وہ اس نور میں رہتا ہے جس تک کوئی نہیں پہنچ سکتا اور کسی انسان نے اسے نہ دیکھا ہے اور نہ دیکھ سکتا ہے اسی کو قدرت اور عزت ابدی ہے ۱ تمط ۶/۱۵ کیا کسی دوسرے پر یہ تعریف صادق آسکتی ہے ہرگز نہیں ✤

پھر مسیح کے حواری اور بھی صاف الفاظ میں کہتے ہیں۔ "خدا ایک ہے اور خدا اور آدمیوں کے درمیان ایک آدمی بھی درمیانی ہے جو یسوع مسیح ہے ۱ تمط ۲/۵ اس میں صاف صاف بیٹے اور روح القدس کی خدائی کی نفی کر دی خدا کو ایک کہا اور اس ایک خدا کو باپ کہا اور سوائے اسکے کسی دوسرے کو خدا نہیں کہا اور اس ایک خدا سے مسیح کو غیر کہا۔ اور خدائی سے غیر کر کے مسیح کو خدا اور آدمیوں کے درمیان ایک آدمی کہا ہے اس سے زیادہ واضح تر کلام ممکن نہیں۔ اسی طرح بہت آیات ہیں مقدس پولوس خدا کو ہمارے خداوند یسوع مسیح کا خدا اور باپ کہتے ہیں دیکھو ۲ قر ۱۱/۳۱ و ۱/۳ و روم ۱۵/۶ و افسی ۱/۳ و قلسی ۱/۳ باپ کو مسیح کا خدا ویسے ہی کہا جیسے مسیح نے خود باپ کو اپنا خدا کہا یوحنا ۲۰/۱۷ پس تم بھی اس خدا کو مانو جو مسیح اور حواریوں غرضکہ سب کا خدا اور سب کے اوپر ہے بھلا! تم ہی بتاؤ کہ اگر مسیح اور خدا درجہ مساوات کا رکھتے ہیں تو اس حواری یا کسی دوسرے حواری نے کبھی یوں بھی کیوں نہ کہا کہ وہ ہمارے خدا باپ کا خدا اور بیٹا یسوع مسیح" کیا تم انجیل میں نہیں پڑھتے تم مسیح کے ہو اور مسیح خدا کا ہے" ۱ قر ۳/۲۱ اگر مسیح خدا کا ہو کر خدا کے برابر ہے تو پھر تم بھی مسیح کے برابر کیوں نہیں اور تمکو درجہ الوہیت کیوں حاصل نہیں۔ دیکھو تم پڑھتے ہو "ہر مرد کا سر مسیح ہے اور مسیح کا سر خدا ہے ۱ قر ۱۱/۳ ہاں یہ مبالغہ نہیں کہ مسیح کی الوہیت کا خیال انجیل میں ایسا ہی ندارد ہے جیسا اس مضمون میں جسکو تم پڑھتے ہو

## نئے عہد نامہ کی آیات پر نمبروار بحث

اس عنوان کے تحت میں ہم انجیل متی سے شروع کر کے مکاشفات کی کتاب تک کی کل وہ آیات

جو اہل تثلیث اپنے دعوے الوہیت مسیح کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں لکھ کر ان کی تردید ساتھ ساتھ کر دیتے ہیں۔

اوّل۔ انجیل متی ۱۶/۱۳ و ۱۷ یسوع نے اپنے شاگردوں سے پوچھا لوگ کیا کہتے ہیں کہ میں جو ابن آدم ہوں کون ہوں انھوں نے کہا بعض کہتے ہیں کہ یوحنا بپتسمہ دینے والا ہے اور بعض الیاس اور بعضے یرمیاہ یا نبیوں میں سے کوئی اس نے انسے کہا پر تم کیا کہتے ہو کہ میں کون ہوں شمعون پطرس نے جواب میں کہا تو مسیح زندہ خدا کا بیٹا ہے یسوع نے جواب میں اس سے کہا یہ بات جسم اور خون نے نہیں بلکہ باپ نے جو آسمان پر ہے تجھ پر ظاہر کی۔ اب اہل تثلیث کہتے ہیں کہ "پطرس کے اقرار سے صاف آشکارا ہے کہ وہ مسیح کے ابن اللہ ہونیکا قائل ہے اس نے کہا تو مسیح ہے اور زندہ خدا کا بیٹا یعنی باپ کا ہمسر اور ازلیت میں برابر بیٹا" مسیح ابن اللہ ص ۲۹ مصنف رسالہ مسیح ابن اللہ کا یہ گمان اس سے یہ مراد "باپ کا ہمسر اور ازلیت میں برابر" عجیب ہیں جن کو کوئی عقل نہیں سمجھ سکتی انجیل کے مذکورہ کلمات سے ایسا نتیجہ نکالنا سراسر غلطی ہے کیونکہ ان میں برابری یا ہم سری کا کہیں ذکر نہیں بلکہ باپ اور بیٹے کا ذکر ہے اور بیٹے کو ہمیشہ نسبت خوردی کی ہوا کرتی ہے۔ الفاظ باپ اور بیٹا ہمسر اور برابری کے گمان کو خارج کر دیتے ہیں افسوس مسیح تو کہے میرا باپ مجھ سے بڑا ہے یوحنا ۱۴/۲۸ اور تم کہو کہ مسیح کو باپ کے ساتھ برابری اور ہم سری کا دعویٰ ہے۔ اب ہم عیسائیوں کے اس دعوے کو ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کر کے اس کی تردید کرتے ہیں مؤلف رسالہ مسیح ابن اللہ کہتا ہے "ناظرین کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اصلی سوال یہ نہیں ہے کہ آجکل فلاں فلاں آدمی ان خطابوں سے کیا معنے نکالتے ہیں مگر یہ کہ مسیح کے زمانہ میں یہودیوں نے اسکے معنے کس طرح سمجھے اسمیں شک نہیں ہو سکتا کہ انھوں نے یہ سمجھا کہ ان خطابوں سے الوہیت کا دعویٰ ظاہر ہوتا ہے"۔ ص ۷۶ اصلی سوال یہ نہیں ہے بلکہ اصلی سوال یہ ہے کہ مسیح کے شاگردوں نے جنھوں نے ایک مدت مسیح کے کلمات سنے اور انکی تحقیق کی اور خود یہ خطاب مسیح کو دیئے وہ کیا سمجھے۔ یہودیوں میں تو ہزاروں تھے جو مسیح کے دشمن تھے اور چاہتے تھے کہ اسے اسکی باتوں سے پھندہ میں ڈالیں مرقس ۱۲/۱۳ پھر کیا آپ کو یاد نہیں۔ کہ یہودی مسیح پر بغاوت کا الزام لگاتے تھے پھر دیگر الزامات کے لیے متی ۲۷/۶۳ و یوحنا ۱۹/۱۲ پڑھو۔ پھر کیا آپ کا یہ مطلب ہے کہ انجیل کے پڑھانے والے اصلی سچے استاد یہودی ہیں۔ انجیل سمجھنے سمجھانے کے لیے یہود سے درس لینا چاہیئے خصوصاً مسیح کے ہمعصر یہود کی کتب کو مدنظر رکھنا چاہیے۔

دوم۔ اہل تثلیث کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ زندہ خدا کے بیٹے سے الوہیت کا پورا اور قطعی

دعویٰ نکلتا ہے کیونکہ جب قبل تصلیب مسیح کے سردار کاہن نے مسیح سے کہا کہ اگر تو مسیح زندہ خدا کا بیٹا ہے تو ہم سے کہہ اور مسیح نے اقرار کیا تو سردار کاہن نے اپنے کپڑے پھاڑ کر کہا یہ کفر کہہ چکا" صفحہ ۵۰ ڈاکٹر عماد الدین نے بھی ایسی ہی غلطی کی ہے وہ کہتا ہے "پطرس نے اس جواب میں ہمکی انسانیت اور الوہیت پر پوری گواہی دی اور کہا کہ تو مسیح ہے یعنی ابن داؤد ہے جو انسان ہے اور تجھ میں الوہیت ہے کیونکہ زندہ خدا کا بیٹا ہے" تفسیر متی وغیرہ گرہم کہتے ہیں خدا کے بیٹے سے کسی اصول کے مطابق خدا مراد نہیں ہو سکتی عموماً ایماندار زندہ خدا کے بیٹے کہلاتے ہیں رومن ۹/۲۶ ہوسیع ۱/۱۰ مگر ہم دکھلاتے ہیں کہ ازروئے محاورہ مسیح اور زندہ خدا کا بیٹا ہر دو القاب یہود کے نزدیک اکثر مترادف تھے اور ایک دوسرے کے بدل میں یا ہر دو ایک ساتھ مستعمل ہوتے تھے خدا کے بیٹے سے بالتخصیص مراد مسیح سے تھی پطرس نے بھی یہ نہیں کہا "تو مسیح اور زندہ خدا کا بیٹا ہے" بلکہ صرف یہ کہ تو مسیح زندہ خدا کا بیٹا ہے جس کے صاف معنے یہ ہیں کہ تو مسیح یعنی زندہ خدا کا بیٹا ہے مسیح نے بھی اسکے معنے یہی سمجھے کہ پطرس نے اس سے صرف اسکی مسیحیت کا اقرار کیا چنانچہ آیت ۲۰ میں لکھا ہے کہ "تب اس نے اپنے شاگردوں کو حکم دیا کہ کسی سے نہ کہنا کہ میں مسیح ہوں" یہ نہیں کہا کہ میں مسیح اور خدا ہوں" پھر متی لوقا نے پطرس کے کل اقرار کو صرف مسیحیت نہ کہ الوہیت کا اقرار سمجھا نہ اسی واقعہ کو اجمالاً یوں لکھتے ہیں پطرس نے جواب میں اس سے کہا تو تو مسیح ہے یا خدا کا مسیح مرقس ۸/۲۹ و لوقا ۹/۲۰ اور یاد رکھنا چاہیے کہ انجیل مرقس دراصل انجیل پطرس ہے گویا مرقس کی شہادت خود پطرس کی شہادت ہے۔ اب ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ خود علمائے اہل تثلیث معترف ہیں کہ پطرس اس وقت تک مسیح کی الوہیت سے ناواقف تھا چنانچہ روزن ملر اپنی تفسیر انجیل مذکور میں لکھتا ہے کہ "خدا کا بیٹا اسجگہ مترادف محض مسیح کا ہے جیسا کہ یوحنا ۶/۲۹ و ۱۱/۲۷ و متی ۲۶/۶۳ و نیز یوحنا ۱/۴۹ میں ہے۔ پطرس اسوقت تک مسیح کی الٰہی ماہیت سے ناواقف تھا" بشپ برکس رسائل برالوہیت مسیح میں فرماتے ہیں کہ خدا کا بیٹا اور مسیح مساوی کلمات ہیں صفحہ ۷۲ و ۸۸۔ اسی طرح سردار کاہن نے بھی مسیح سے پوچھا اگر تو مسیح خدا کا بیٹا ہے تو ہم سے کہہ متی ۲۶/۶۳ یہی سوال انجیل لوقا میں یوں ہے اگر تو مسیح ہے ۲۲/۶۷ جس سے غایت درجہ یہی مراد ہے کہ یہودی محاورہ کے مطابق

مسیح ہونا اور خدا کا بیٹا ہونا ایک ہی بات ہے تفسیر وہ ہیٹی اور جب مسیح نے قبول کیا کہ میں مسیح یا خدا کا بیٹا ہوں تو سردار کاہن نے کہا۔ یہ کفر کہہ چکا یہ مسیح نہیں یہود میں مسیحیت کا سب سے عالی درجہ تھا کسی غیر مسیح کا اپنے آپ کو مسیح قرار دینا کفر عظیم تھا پس اس نے مسیح ناصری کو جھوٹا مسیح قرار دیکر واجب القتل ٹھیرایا دوسری دلیل متی ۲۰ ۱۸ و ۲۸ ۲۰ جہاں وہ یا تین میرے نام پر اکٹھے ہوں وہاں میں ان کے بیچ میں ہوں دیکھو میں دنیا کے آخر ہونے تک ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں" مؤلف رسالہ مسیح ابن اللہ لکھتا ہے اگر یہ سنجیدہ وعدہ اسکے حاضر و ناظر ہونے پر دلالت نہیں کرتا تو اسکے اور کیا معنے ہیں یہ لفظ ہر ایک ملک کے عیسائیوں پر جو ہر ایک زمانہ میں دنیا کے آخر ہونے تک ہوں گے اشارہ کرتا ہے ۶۶ اگر مسیح کسی طور سے کسی محدود دائرہ میں حاضر و ناظر ہو بھی تو اس سے وہ خدا نہیں ہو سکتا یہاں تو مسیح صرف دنیا کے آخر ہونے تک صرف عیسائیوں کے ساتھ رہنے کا وعدہ کرتا ہے مگر خدا تو ازل سے ابد تک ہر زمان و مکان میں حاضر و ناظر رہا ہے اور رہیگا اور ہے اور تھا اور آنیوالا قادر مطلق ہے کیا یہ تعجب کی بات نہیں۔ جب ہم پولوس کو یہ کہتے ہوئے سنتے ہیں "کہ میں نے تو جسم سے غیر حاضر پر روح سے حاضر ہو کر اسی طرح کہ گویا حاضر ہوں اسپر جس نے ایسا کام کیا یہ حکم دیا کہ تم اور میری روح اس آدمی کو جس نے ایسا کام کیا کلیسیا سے خارج کر دو ۱ کرنتھیوں ۵ ۳ ۴ پھر پولوس کہتا ہے اگرچہ میں جسم کی نسبت منقطع روح کی نسبت سے تمہارے پاس ہوں کلسی ۲ ۵ اسی طرح الشیا کی نسبت لکھا ہے کہ جب نعمان برص سے چنگا ہو کے اس سے رخصت ہو کر چلا گیا تو نبی کا خادم جیحازی چھپکے اسکے پیچھے دوڑا گیا اور اس سے نبی کے نام سے کچھ تحفہ اپنے لیے حاصل کیا مگر جب وہ الیشع کے سامنے آیا اس نے جیحازی سے کہا کیا میرا دل اسوقت جب وہ شخص اپنی گاڑی پر سے تیرے ملاقات کو پھرا تیرے ساتھ نہ گیا تھا ۲ سلاطین ۵ ۲۶ اور کل ماجرا جو جیحازی اور نعمان کے درمیان گزرا اس طرح بیان کیا گویا نبی اپنے جسم کے ساتھ موجود تھا جو جو روحانی طاقتیں انسان کو دی جا سکتی ہیں ان کی انتہا کون بشر بتلا سکتا ہے۔

پس مذکورہ آیات سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مسیح خدا کی طرح حاضر و ناظر ہے چنانچہ مشہور معتزلی مومن کیتھلک فقیہ کارڈنل بیلرمائن کہتا ہے۔ کہ متی ۱۸ ۲۰ و ۲۸ ۲۰ سے مسیح کی نسبت یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے فضل اور امداد کے وسیلہ حاضر ہے جس کے لیے ظہور ہے کہ اسکی جسمانی حاضری درکار

نہیں کیا ہمکو عموماً نہیں معلوم کہ آدمیوں کے درمیان بادشاہ کو اپنی کل سلطنت پر اختیار ہے مگر یہ اس سب پر بذریعہ اپنی حاضری کے قابض نہیں ہوتا" اہل تثلیث نے نوشتوں کا مقابلہ نہ کرکے اکثر مسیح کے حق میں ایسی غلطیاں کی ہیں کہ اگر کہیں کوئی لفظ جو خدا کے حق میں مستعمل ہوتے ہیں کبھی مسیح کے حق میں بھی مستعمل ہوئے تو سمجھ لیا کہ مسیح اور خدا ہم مرتبہ ہیں اور مسیح خدا ہے دیکھو خدا کو رحیم و عادل کہتے ہیں انسان کو بھی کہتے ہیں لیکن انسان کے رحم و عدل اور خدا کے رحم و عدل میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ دراصل جو الفاظ خدا کے ساتھ غیر محدود معنے رکھتے ہیں دوسرے کے ساتھ محدود معنے ادا کرتے ہیں چنانچہ آیات ذیل کو اس قسم کے استعمال کا نمونہ سمجھو۔ مقدس یوحنا مسیح کے حق میں ایک جگہ لکھتے ہیں۔ "تو سب کچھ جانتا ہے یوحنا ۱۶/۲۱ دوسری جگہ بعینہ وہی الفاظ ایمانداروں کی نسبت یوں لکھتے ہیں "تم سب کچھ جانتے ہو" اخط ۲/۲۰ پھر تیسری جگہ بجنسہ وہی الفاظ خدا کی نسبت یوں لکھتے ہیں۔ "خدا سب کچھ جانتا ہے" اخط ۳/۲۰ اب کون کہے گا کہ خدا ہمہ داں اور ایماندار بھی ہمہ داں ہیں؟ خدا کی ہمہ دانی غیر محدود ہے دوسروں کی محدود الفاظ ایک ہی ہیں لیکن معانی محدود و مختلف مسیح کی الوہیت پر بحث کرتے وقت مسیحی بھائیوں کو اس کا بڑا لحاظ رکھنا چاہیئے +

اب انجیل یوحنا کی ان آیات پر بحث کی جاتی ہے جو اثبات الوہیت مسیح میں پیش کی جاتی ہیں۔

**دلیل اوّل** - یوحنا ۱ - ابتدا میں کلام تھا کلام خدا کے ساتھ تھا کلام خدا تھا یہی تھا ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا اور کلام مجسم ہوا اور وہ فضل اور روشنی سے بھرپور ہو کر ہمارے درمیان رہا اور ہمنے اسکا ایسا جلال دیکھا جیسے باپ کے اکلوتے کا جلال آیات ۱ (۱) اس آیت کے دو ترجمے ہو سکتے ہیں **ا** یہی مروجہ ترجمہ کلام خدا تھا۔ **ب** خدا کلام تھا چنانچہ لوتھر ایڈیشن دکلف نے یہی ترجمہ کیا ہے اور ڈاکٹر کیمبل کہتے ہیں کہ "پرانے انگریزی ترجمہ میں جو ہنری ہشتم کے زمانہ میں رائج تھا یہی ترجمہ تھا۔ ڈاکٹر ویڈم کلارک بھی دونوں تراجم قبول کرتے ہیں خدا کلام تھا اسکے ہم معنی آیات انجیل میں ہیں مثلاً خدا نور ہے خدا محبت ہے ۱ یوحنا ۱/۵ و ۴/۸ +

اب ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ بعض علماء جو علمائے اہل تثلیث کے درمیان بہت مستند اور ممتاز سمجھے جاتے ہیں اس آیت کو الوہیت مسیح کے ثبوت میں بالکل غیر کافی سمجھتے ہیں انکی رائے ہے کہ لوگس کلام کو مجازی طور سے خدا (ΘΕΟΣ) کہا یہ لوگ یونانی عبارت پر زور دیتے ہیں ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا (ΤΟΝΘΕΟΝ) معہ حرف تعریف کے ساتھ تھا اور کلام خدا (ΘΕΟΣ) بغیر حرف تعریف کے تھا یہی ابتدا میں خدا ΤΟΝΘΕΟΝ معہ حرف تعریف) کے ساتھ تھا اس سے معلوم ہوا کہ تراجم میں اصل یونانی کی رعایت نہیں ہو سکتی کیونکہ ان کے پڑھنے سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جو لفظ خدا کے لیے آیا وہی کلام کے لیے آیا حالانکہ دونو جگہ ایک ہی لفظ نہیں بلکہ کلام کو صرف (ΘΕΟΣ) کہا ہے اور خدا کو ΤΟΝΘΕΟΝ پہلا لفظ عام ہے اور اس کے معنے ایک خدا بھی ہیں اس لفظ کا استعمال سوائے خدا کے دوسروں کے لیے بھی ہوتا ہے چنانچہ ڈاکٹر فریڈرک شلوسر لغت عہد جدید میں تسلیم فرماتے ہیں "مجازاً ΘΕΟΣ خدا کے معنے ہیں جو باختیار و بحکم خدا عمل کرتا ہے وہ جو زمین پر خدا کا نائب ہے اسطرح حاکموں اور قاضیوں کو خدا کہا ہے یوحنا ۱۰/۳۴ معہ زبور ۸۲/۶ خروج ۲۲/۲۸ و ۹۷/۹ اور نیز فرشتوں اور بادشاہوں کو ۱ قرنتھ ۸/۵ و خروج ۷/۱" برخلاف اسکے ΤΟΝΘΕΟΝ یعنی خدا معہ حرف تعریف کے خاص ہے اور سوائے باپ کے کبھی دوسرے کے لیے مستعمل نہیں ہو سکتا پہلی اور دوسری آیت میں دونو جگہ یہ امر نگاہ رکھا گیا ہے کلام جس کے ساتھ تھا اسکو دونو جگہ ΤΟΝΘΕΟΝ کہا مگر ان دونوں مقاموں کے بیچ درمیان ہی کلام کو صرف ΘΕΟΣ کہا محض بلا وجہ اور بلا ارادہ ایسا بھاری امتیاز الفاظ مقدس رسول نہیں فرماتے۔

**دوسری دلیل**: "فیلپس نے اس سے کہا کہ اے خداوند باپ کو ہمیں دکھا کہ ہمیں کافی ہے یسوع نے اسے کہا۔ اے فیلبوس میں اتنی مدت سے تمھارے ساتھ ہوں اور تو نے مجھے نہیں جانا جس نے مجھے دیکھا ہے اس نے باپ کو دیکھا کیا تو یقین نہیں کرتا کہ میں باپ میں اور باپ مجھ میں ہے یہ باتیں جو میں تمھیں کہتا ہوں میں اپ سے نہیں کہتا بلکہ باپ جو مجھ میں رہتا ہے وہ یہ کام کرتا ہے

یوحنا ۱۴/۱۰۰۸ مؤلف رسالہ مسیح ابن اللہ لکھتے ہیں "بتلائیے کہ یہ فقرہ گمان یونیٹرین سے کس طرح میل کھا سکتا ہے کہ سچائی سے مطابقت اور عقل سے موافقت رکھے کیا تم پطرس اور

پولوس کی طرف گمان کر سکتے ہو کیا تم جبرئیل یا میکائیل کی طرف یہ خیال کر سکتے ہو کہ وہ اپنی طرف اشارہ کر کے یہ کہہ سکتے کہ جس نے مجھے دیکھا اُس نے باپ کو دیکھا یہ فقرہ متکلم کی الوہیت کی بابت نقش کالحجر کی مانند ہے مسیح اسطور سے باپ کے ساتھ اپنے مخفی اتحاد و وحدانیت کا صاف صاف بیان کرتا ہے" ص ۸۶ ہم کہتے ہیں کہ جسطرح سورج کو پانی یا آئینہ میں دیکھ سکتے ہیں اسی طرح صفات الٰہی کا مشاہدہ انبیاء کی شخصیت میں کیا جاتا ہے چنانچہ میتھوڈسٹ عالم جوزف بلسن کہتا ہے دراصل مسیح یوں فرماتے ہیں "میں نادیدنی خدا کی صورت ہوں باپ کی حکمت میری تقریر میں روشن ہوئی ہے اسکی قدرت میرے معجزوں میں اسکی پاکیزگی میری بے عیب زندگی میں اسکی رحمت محبت اور نیکی میرے مزاج کلام اور کام میں" بیبل معہ شرح مگر اس مکاشفہ ذات الٰہی کی وجہ سے مسیح خدا نہیں ہو سکتا الوہیت کا مشاہدہ ہم نیچر میں بھی کرتے ہیں۔ الوہیت کا مشاہدہ ہم انسان میں بھی کرتے ہیں۔ خصوصاً مقدسوں میں کیا مسیح کہتا ہے جس نے مجھے دیکھا اُس نے باپ کو دیکھا مگر وہ تو یہ بھی کہتا ہے "جو اسکو جسے میں بھیجتا ہوں قبول کرتا ہے اُسے جس نے مجھے بھیجا قبول کرتا ہے" یوحنا ۱۳/۲۰ شاگردوں کو قبول کرنا خدا کو اور مسیح کو قبول کرتا ہے کیا شاگرد مسیح یا خدا ہو گئے۔ کیا مسیح اسلیے خدا ہے کہ وہ کہتا ہے "میں باپ میں ہوں اور باپ مجھمیں ہے مگر مقدس یوحنا فرماتے ہیں "جو محبت میں رہتا ہے خدا میں رہتا ہے اور خدا اسمیں" ۱ خط ۴/۱۶ کیا محبت میں رہنے والے خدا ہو گئے۔ مسیح خدا کی صورت ہے تو انسان بھی خدا کی صورت اور اُسکا جلال ہے ۱ قر ۱۱/۷ کتاب اعمال الرسل۔

پہلی دلیل۔ "خدا کی کلیسیا کو جسے اُس نے اپنے لہو سے مول لیا چراؤ" اعمال ۲۰/۲۸ یہ متن غلط ہے کسی نادان کاتب نے اپنے نسخہ میں بجائے خداوند کے خدا لکھدیا تھا مگر ایسی غلطیاں فاش ہو جاتی ہیں کیونکہ کوئی چیز چھپی نہیں جو کھل نہ جاوے بہت سے نہایت قدیم نسخے موجود ہیں جس میں صحیح لفظ خداوند ہے ریوائزڈ ورش کے حاشیہ کو پڑھو اُسکے ضمیمہ میں مرقوم ہے "بجائے لفظ خدا کے خداوند پڑھو" بکرسٹھ صاحب موافق رائے گریسباخ کے اپنی راک اف ایجز (یہ کتاب اثبات الوہیت مسیح میں ہے) باب پنجم ص ۷۷ میں اس آیت پر استدلال کرنے سے انکار کرتے ہیں کیونکہ لفظ خدا غلط ہے پس معلوم ہو گیا کہ صحیح متن اس

آیت کا یہ ہے خداوند کی کلیسیا کو جسے اُس نے اپنے لہو سے مول لیا چراؤ"

**تنبیہ** (لفظ خداوند کی تشریح) واضح ہو کہ پُرانے عہدنامہ میں عبرانی کے دو لفظ ہیں جن کا ترجمہ اکثر خداوند کیا گیا ہے ایک یہوواہ - دوسرا ادون - انگریزی میں ان ہر دو الفاظ کا ترجمہ لارڈ یعنی خداوند ہوتا ہے مگر یہ لفظی تفاوت انگریزی میں باسانی معلوم ہو جاتا ہے کیونکہ یہوواہ کا ترجمہ بڑے حرفوں میں اور ادون کا چھوٹے حروف میں لکھتے ہیں دیکھو زبور ۱۱۰/۱ لفظ یہوواہ تو ہمیشہ خدا ہی کے لیے مستعمل ہوتا ہے مگر ادون کا استعمال مثل یونانی کے KUPLOS اور Lord نیز ہمارے اردو لفظ خداوند نہایت عام ہے حتیٰ کہ ہر خادم اپنے آقا کو اور ہر شاگرد اپنے اُستاد کو بھی خداوند کہہ سکتا ہے متی ۱۸/۲۶ و اعمال ۲۵/۲۶ و مکا ۷/۱۴ مجرد ان الفاظ کو الوہیت سے کوئی مناسبت نہیں یہی الفاظ مسیح کے لیے بھی آئے ہیں کلکتہ کے بشپ صاحب لارڈ بشپ کہلاتے ہیں اور انکو مائی لارڈ میرے خداوند کہکر خطاب کرنا واجب ہے - رومیون ۱۴/۱۰ و ۱۱ ہم سب مسیح کے تخت عدالت کے آگے کھڑے ہوں گے چنانچہ لکھا ہے کہ خداوند کہتا ہے کہ اپنی حیات کی قسم ہر ایک گھٹنا میرے آگے جھکے گا اور ہر ایک زبان خدا کے سامنے اقرار کرے گی۔

مؤلف رسالہ مسیح ابن اللہ فرماتے ہیں کہ "یہ آیت خاصکر قابل غور ہے اولاً رسول مسیح کو تمام آدم زاد پر قیامت کا حاکم قرار دیتا ہے۔ دوم یہ بڑی بات قابل غور ہے کہ وہ پُرانے عہدنامہ کا اقتباس ہے یسعیاہ نبی کی کتاب میں یہوواہ رب الافواج متکلم ہے پولوس رسول کا ان باتوں کو مسیح کی طرف منسوب کرنا اسبات پر کافی طور سے دلالت کرتا ہے کہ وہ مسیح کو اعلیٰ و ابدی خدا جانتا تھا" صفحہ ۴۴ و ۴۵ ہم قبول کرتے ہیں کہ یہ بحث کچھ جان رکھتی ہے بشرطے کہ یہاں انجیل کا صحیح متن بھی ہو کہ "ہم سب مسیح کے تخت عدالت کے آگے کھڑے ہوں گے" مگر افسوس ہمارے معزز مسیحی مصنف نے اصل متن سے اپنے ناظرین کو آگاہ نہیں کیا اصل متن یونانی یوں ہے۔ "ہم سب خدا کے تخت کے آگے کھڑے ہوں گے" ریوائزڈ ورشن کو دیکھو اس میں لفظ مسیح متروک کر کے لفظ خدا اختیار کیا گیا ہے کسی کاتب نے بجائے خدا کے مسیح کو اس آیت میں غلطی سے داخل کر دیا تھا پس وہ اقتباس جسطرح یشعیاہ نے یہوواہ رب الافواج کی طرف منسوب کیا تھا اسی طرح مقدس پولوس نے بھی منسوب کیا ہے +

بیشک انجیل کی تعلیم یہ ہے کہ خدا نے مسیح کو عدالت کے لیے مقرر کیا ہے۔ خدا کے حکم سے مسیح عدالت کریگا پس دراصل خدا ہی عدالت کریگا مگر مسیح کے وسیلے سے چنانچہ اسی خط کے ۲/۱۶ میں ہے اور خدا یسوع مسیح کی معرفت آدمیوں کا انصاف کریگا کیونکہ خدا نے ایک دن ٹھہرایا ہے جسمیں وہ دنیا کی عدالت کریگا اس آدمی یعنی مسیح کی معرفت اعمال ۱۷/۳۱ مسیح خود کہتا ہے "باپ نے ساری عدالت بیٹے کو سونپ دی" یوحنا ۵/۲۲ کیونکہ اگرچہ ضرور ہے۔ کہ ہم سب مسیح کی مسند عدالت کے آگے حاضر ہوں کیونکہ باپ نے ساری عدالت بیٹے کو سونپ دی ہے تاہم یہ اختیار مسیح کو خدا باپ نے بخشا ہے۔ اصل میں عدالت باپ ہی کی ہے جو بیٹے کے وسیلہ سے ہوتی ہے مسیح اس کا نبی اور اس کا ماتحت ہی بلکہ اپنے معین زمانہ تک اسکا نائب قرنتیون ۱/۲ فضل اور سلامتی ہمارے باپ خدا اور خداوند یسوع مسیح کی طرف سے تمھارے لیے ہووے ہمارے خدا اور خداوند یسوع مسیح کا فضل۔ ہمارے خداوند یسوع مسیح کا فضل" ۲ پ ۱۳ اہل تثلیث کہتے ہیں۔ کہ "ان میں دو جلیل القدر وجود یعنی خدا باپ اور خداوند یسوع مسیح کی بابت بیان ہے ان ہر دو کی نسبت ایک لفظ بھی نہیں ہے جو ان کے رشتہ کے اعلیٰ یا ادنیٰ ہونے پر دلالت کرے اور جو کچھ لکھا ہے محض ان کی کامل مساوات کو ظاہر کرتا ہے" مؤلف رسالہ مسیح ابن اللہ ہم نے مانا کہ اگر انجیل دنیا پر موجود نہ ہوتی بلکہ صرف یہی برگزیدہ فقرے ہوتے تو ان دو وجودوں کے عالی یا ادنیٰ یا مساوی ہونے کے علاقہ دریافت کرنے میں مشکل پڑتی کیونکہ اگر اعلیٰ یا ادنیٰ ہونے کی نسبت کچھ نہیں کہا تو مساوی ہونے کی نسبت بھی یہ فقرے ساکت ہیں لیکن کیا اگر پولوس کے صرف یہی الفاظ ہمارے پاس ہوتے کہ "میں خدا اور خداوند یسوع مسیح اور برگزیدہ فرشتوں کے آگے تجھے حکم کرتا ہوں" ۱ تمط ۵/۲۱ تو تم کو پولوس اور خدا اور خداوند یسوع مسیح اور برگزیدہ فرشتوں کے اعلیٰ یا ادنیٰ ہونیکی تحقیق میں کچھ دقت پیش نہ آتی۔ کیا پھر تم تثلیث کی بجائے تربیع کے قایل ہوتے کیونکہ آپ کی تفسیر مطابق تو جو کچھ لکھا ہے محض انکی کامل مساوات کو ظاہر کرتا ہے" اور اگر کوئی بت پرست الفاظ خدا اور خداوند کو جدا کرکے اور میں کے ساتھ جوڑ کر کل فقرہ میں خدا اور خداوند دونوں کو اس سے منسوب کرکے دعویٰ الوہیت پولوس کرتا تو تم کیا کرتے مگر اب اس فضول بحث سے

کیا حاصل پولوس کا کلام ہمارے پاس موجود ہے جسطرح ہم پولوس اور خدا اور مسیح اور فرشتوں کا علاقہ اسجگہ دریافت کر سکتے ہیں اسی طرح وہاں بھی خدا اور مسیح کا علاقہ معلوم ہو سکتا ہے کیونکہ ہم پولوس کے کلام سے بدلائل قطعیہ ثابت کر چکے ہیں کہ مسیح خدا نہیں ہمارا ایک خدا ہے جو باپ ہے اقرار ۵ اور کوئی خدا نہیں مگر ایک اقرار ۸ اسلیے جو باپ نہیں وہ خدا نہیں مگر مسیح باپ نہیں۔ تم خود کہتے ہو اسلیے مسیح خدا نہیں۔ "پولوس کا کلام ہے کلسیوں کا خط۔ ۱/۱۹ و ۲/۹ "باپ کو پسند آیا۔ کہ سارا کمال اس میں سما جائے۔ الوہیت کا سارا کمال اس میں مجسم ہو رہا" زیادہ درست ترجمہ انگریزی کے مطابق یہ ہے۔ "الوہیت کا سارا کمال اس میں جسمانی شکل میں بستا ہے" یعنی وہ سارا الوہیت کا کمال جو انسانیت کو اخذ کر لینا ممکن ہے وہ اس میں ظاہر ہوا اسلیئے اسکو خدا کی صورت اسکے جلال کی رونق اور اس کی ماہیت کا نقش کہا ہے۔ مسیح کو بذات خاص یہ کمال الوہیت حاصل نہیں ہے بلکہ یہ خدا کا ایک انعام ہے کیونکہ صاف لکھا ہے "خدا کو یہ پسند آیا کہ سارا کمال اسمیں بسے کمال کی πλήρωμα ہے۔ خدا کی مرضی پر یہ کمال منحصر ہے بھلا مسیح کیونکر خدا کے ہمپایہ ہو سکتا ہے۔ کیا اب یہ سنکر متعجب ہوں گے کہ پولوس تمام مسیحیوں کے لیے دعا مانگتے ہیں کہ "تم خدا کے سارے کمال πλήρωμα تک بھر جاؤ افسی ۳/۱۹ خدا کا کمال اور الوہیت کا کمال ایک ہی ہے پس کیا مسیحی لوگ خدا کے سارے کمال تک بھر جا کر خدا ہو جاویں گے؟ نہیں مقدس پطرس فرماتے ہیں۔ تم گندگی سے جو دنیا میں بُری خواہش کے سبب ہے چھوٹ کر ذات الٰہی میں شامل ہو جاؤ ۲ پطر ۱/۴ اگر یہی ایت مسیح کی نسبت ہوتی تو ضرور تثلیثی لوگ اثبات الوہیت مسیح میں اسکو اول درجہ دیتے پہلا نمبر ۳/۱۶ "بالاتفاق بڑا ہے بھید دینداری کا خدا جسم میں ظاہر ہوا روح میں راست ٹھہرایا گیا فرشتوں کو دکھائی دیا غیر قوموں میں اسکی منادی ہوئی دنیا میں اس پر ایمان لائے جلال میں اٹھایا گیا"۔ اس ایت کے متن میں بھی غلطی ہے اگر غلطی نہ بھی ہوتی تو بھی اس سے الوہیت مسیح نہیں بلکہ صرف یہ ثابت ہوتا کہ اپنے عہد میں مسیح مظہر الوہیت تھا لیکن اس ایت میں بجائے لفظ خدا کے صرف جو ہے کسی عاقل و نادان کاتب نے بجائے لفظ جو یا وہ جو کے بعض نسخوں میں سہواً لفظ خدا لکھدیا تھا یہ اہم غلطی ان الفاظ کی پرانی یونانی تحریر میں تجنیس خطی ہونیکی وجہ سے

ذرا سی کمی بیشی میں باسانی ہو سکتی تھی کیونکہ اس تحریر کے مطابق "خدا اور" جو اور جو کے لکھنے میں برائے نام فرق ہوتا تھا۔ ان کی شکل یہ تھی ΘΕΟΣ ΟΣ مصنف ملاک اف ایجنز اس آیۃ کو ثبوت الوہیت سے کرتا ہے۔ صفحہ ۷۷ اب اس امر میں تو کوئی تنازع باقی نہ رہا کہ لفظ خدا غلط ہے اور بجائے اسکے یا تو وہاں وہ جو ہے یا جو جسکو چاہو قبول کرلو ریوائزڈ ورشن غلطی کی تصحیح کرکے بجائے خدا کے وہ جو ترجمہ کرتا ہے اسکے متن میں اب یہ آیت اسطرح ہے بالاتفاق بڑا ہے بھید دینداری کا وہ جو جسم میں ظاہر کیا گیا روح میں راست ٹھہرایا گیا" الخ اور اس آیت پر یہ حاشیہ بھی چڑھایا گیا ہے "لفظ خدا" وہ جو کی جگہ میں کسی کافی قدیم شہادت پر مبنی نہیں ہے بعض قدیم اسناد میں جو ہے" پس جو وہ جو قبول کرتے ہیں ان کے نزدیک وہ مرجع غائب مسیح ہے اور جو صرف جو قبول کرتے ہیں ان کے نزدیک جو کا مرجع بھید ہے اور مراد اس سے بھی مسیح سمجھی جاتی ہے لاٹن ولگیٹ اور دوسرے نسخوں اور ترجموں میں ویسا ہی ہے پس اصل نزاع یہ تھا کہ آیا مسیح کو اس آیت میں خدا کہا ہے یا نہیں تحقیق سے اسکا جواب نفی ملتا ہے اور ریوائزڈ ورشن نے اسکو قبول بھی کرلیا درست یونانی متن کے موافق یہ آیت یوں پڑھی جاتی ہے "بالاتفاق بڑا بھید ہے دینداری کا جو جسم میں ظاہر ہوا" طیطس ۳/۱۶ "اور اسی مبارک اُمید اور بزرگ خدا اور اپنے بچانے والے یسوع مسیح کے ظہور جلیل کا انتظار کریں"

بعضوں نے دعویٰ کیا ہے کہ یہاں یسوع مسیح کو بزرگ خدا اور بچانیوالا کہا ہے ہم کہتے ہیں کہ بزرگ خدا اور بچانے والا دو علیحدہ لقب ہیں ایک باپ کے لیے دوسرا مسیح کے لیے ایا یعنی مبارک اُمید اور بزرگ خدا اور اپنے بچانے والے یسوع مسیح کے ظہور جلال کا انتظار کریں اور یہی معنے درست ہیں اگر اس آیت کو یونانی یا انگریزی یا ترجمہ اردو مروجہ میں پڑھو تو صاف بزرگ خدا اور اپنا بچانے والا یسوع مسیح علیحدہ ہیں ان دو کو ایک ہستی کر دینا بڑی زبردستی ہے ترجمہ میں غلطی یہ ہے کہ جن یونانی الفاظ کا انگریزی یا اردو ترجمہ ظہور جلیل کیا گیا تھا ان کا درست ترجمہ جلال کا ظہور ہے ریوائزڈ ورشن نے اس تصحیح کو قبول کرکے پرانا ترجمہ متروک کر دیا ہے مگر واضح ہو کہ اس ترجمہ نے اس جز کا ترجمہ تو بہ نسبت پرانے ترجمہ کے زیادہ درست کیا ہے مگر جز اول کے متن کو پرانے ترجمہ کی بہ نسبت کچھ ناقص و مشتبہ کر دیا ترجمہ حال یہ ہے "اور اسی مبارک

امید اور اپنے بزرگ خدا اور بچانے والے یسوع مسیح کے جلال ظہور کا انتظار کریں لیکن اس نقص کو مترجمان ریوائزڈ ورشن حاشیہ میں رفع کر دیتے ہیں اور اپنے بزرگ خدا اور بچانے والے یسوع کا یہ ترجمہ بھی درست لکھتی ہیں " بزرگ خدا اور اپنے بچانے والے یسوع " یہی ترجمہ درست ہے اور اسی کو متن میں قبول کرنا چاہیئے نہ کہ حاشیہ میں صحیح ریوائزڈ ورشن میں ہدایت ہے کہ " متن کو حاشیہ اور حاشیہ کو متن بناؤ " روکلف وٹنڈل اور دیگر پرانے مترجمین یہی ترجمہ کرتے ہیں پس درست و صحیح ترجمہ آیت متنازعہ کا یہ ہوا " اسی مبارک امید اور بزرگ خدا اور اپنے بچانے والے یسوع مسیح کے جلال کے ظہور کا انتظار کریں " اور اس صحیح ترجمہ سے الوہیت مسیح پاش پاش ہو گئی۔

عبرانیوں ۱/۲ وہ ان دیکھے خدا کی صورت ہے وہ ساری خلقت کا پلوٹھا ہے قلسی ۱/۱۵ متواتری عبرانی ۱/۲ وہ اس کے جلال کی رونق اور اسکی ماہیت کا نقش ہے" ظاہر ہے کہ یہاں مسیح کو خدا نہیں کہا بلکہ ان دیکھے خدا کی صورت کہا ہے جب خدا کا جوہر ذاتی اور اسکی ماہیت اصلی نادیدنی ہے۔ ۱ تمطے ۶/۱۶ تو کوئی صورت دیدنی نادیدنی خدا کے برابر ہو سکتی ہے تم ہی بتلاؤ کیا کبھی کوئی صورت اس شے کے برابر ہو سکتی ہے جسکی وہ مورت ہو کیا تم اپنی تصویر کو اپنے برابر سمجھتے ہو پھر کتنی بڑی نافہمی ہے کہ ان دیکھے خدا کی دیکھی صورت کو بھی خدا کہیں کیا تم نے نہیں پڑھا کہ آدم کو خدا نے اپنی صورت پر پیدا کیا۔ پیدائش ۱/۲۷ کیا نہیں لکھا ہے کہ مرد خدا کی صورت اور اس کا جلال ہے اگر ۱/۱۱ سب آدمی خدا کی صورت پر پیدا ہوئے لعقوب ۲/۹ تو کیا مسیح خدا کی صورت اور اسکے جلال کی رونق ہونے سے خدا ہو جائے گا۔

پطرس شمعون پطرس کی طرف سے جو یسوع مسیح کا بندہ اور رسول ہے انکو جنہوں نے ہمارے خدا اور بچانیوالے یسوع مسیح کی راستبازی سے ہمارا قیمتی ایمان پایا ۲ پطرس ۱/۱

اس میں بھی یہی دعوی کیا جاتا ہے کہ مسیح کو خدا اور بچانے والا کہا ہے۔ اگر اس آیت کا متن مشتبہ بھی نہ ہوتا تو بھی اسکا مفہوم بہت صاف تھا کہ جسطرح طیطس ۲/۱۳ میں بزرگ خدا اور اپنے بچانے والے میں خدا باپ اور مسیح کا ذکر ہے اسی طرح یہاں بھی ہے یعنی مسیح کو خدا اور بچانے والا نہیں کہا بلکہ خدا باپ کو اور صرف بچانے والا مسیح کو کہا ہے دیکھو ریوائزڈ ورشن اور اسکا حاشیہ یہ بالکل ناممکن ہے کہ مقدس پطرس ایک ایسے خطاب کو جو انجیل میں مسیح کی نسبت کبھی

مستعمل نہیں ہوا اپنے خط کے شروع ہی میں مسیح سے منسوب کرکے اسکو خدا اور بچانے والا کہیں خصوصاً اسحالت میں کہ جب بعد ہی وہ دوسری آیت میں خدا اور مسیح کے درمیان نہایت واضح الفاظ میں امتیاز کرکے یوں لکھیں " خدا اور ہمارے خداوند یسوع مسیح کی پہچان سے فضل اور سلامتی تمھارے لیئے زیادہ ہوتی جاوے" اس آیت میں باپ کو خدا اور مسیح کو خداوند کہا ہے اور دونوں کے اصلی خطابوں میں امتیاز کیا ہے ہماری عقل میں نہیں آتا کہ جو مصنف اس احتیاط سے ان دو خطابونکو استعمال کرچکے وہی عین اسکے قبل انکو ایسا خلط ملط کردے پطرس حواری کی عقل و تمیز پر تم کو اپنے مترجمین کی عقل و تمیز کہیں زیادہ اعتبار رکھنا چاہیئے۔ انجیل کی تعلیم اس امر میں بہت صاف ہے " ہمارا ایک خدا ہے جو باپ ہے اور ایک خداوند ہے جو یسوع مسیح ہے ۱ قرنتھیوں ۸

اب اگرچہ ریوائزڈ ورشن اور نیز الٹورائزڈ ورشن نے خدا اور بچانے والے یسوع مسیح کو علیحدہ کرکے اس آیت کو ثبوت الوہیت سے خارج کردیا ہے مگر ہمارے نزدیک یہ متن بھی صحیح نہیں صحیح متن کے موافق اس آیت کو یوں پڑھو " ہمارے خداوند اور بچانے والے یسوع مسیح کی استبازی یعنی مسیح کو خداوند اور بچانے والا کہا ہے انجیل کی رو سے یہ مسیح کا خطاب ہے اور اسجگہ اس متن کے اختیار کرنے کے لیئے ہمارے پاس قاطع دلیل ہے چنانچہ مشہور اور قدیم اور مستند نسخہ کو ڈکس سیناٹیکس میں یہی متن ہے اور سب سے زوردار امر جو ہماری تائید کرتا ہے خود پطرس حواری کا محاورہ ہے اس چھوٹے سے خط میں اس نے بہت دفعہ مسیح کو ہمارے خداوند اور بچانے والے یسوع مسیح بعینہ انھیں الفاظ میں کہا ہے دیکھو ۱/۱۱ و ۲/۲۰ و ۳/۲ و ۳/۱۸ جس سے قرینہ یہی چاہتا ہے کہ اس آیت میں بھی اس نے اپنے عام محاورہ کے موافق مسیح کو یہی لقب دیا ہے جو کوڈکس سیناٹیکس میں محفوظ ہے اور جسکو پطرس خود بارہا استعمال کرچکا ہے پطرس اس خط کو یوں ختم کرتا ہے۔ ہمارے خداوند اور بچانے والے یسوع مسیح کے فضل اور پہچان میں بڑھتے جاؤ۔ صرف اس نے اس خط کو اسی طرح ہمارے خداوند اور بچانے والے یسوع مسیح کے نام سے شروع بھی کیا ہے نہ آخر میں الوہیت کا ذکر ہے نہ شروع میں یوحنا کا خط۔ خدا کا بیٹا آیا اور ہمیں سمجھ بخشی کہ ہم اسکو جو حق ہے جانیں اور ہم اس میں جو حق ہے رہتے ہیں یعنی یسوع مسیح میں جو اس کا بیٹا ہے خدائے برحق اور ہمیشہ کی زندگی بھی ہے اے پیارے بچو بتوں سے اپکو

بچائے رکھو ۱ یوحنا ۵ ۲۰ اس کی نسبت یہ دعویٰ ہے کہ خدائے برحق مسیح کو کہا ہے مگر سب سے پہلے یہ بات یاد رکھو کہ ترجمہ میں لفظ "یعنی" زائد ہے اسکو متن سے متروک کرنا چاہیے کیونکہ اسکا ہم معنے کوئی لفظ یونانی میں نہیں یہ لفظ معنی کو واضح نہیں بلکہ خبط کر دیتا ہے۔

اس کے بعد واضح ہو کہ خدائے برحق مسیح کو نہیں کہا بلکہ باپ کو کہا۔ اس رائے کی تائید میں تثلیثی عالم ڈاکٹر لوگ "اپنی تفسیر خطوط یوحنا" میں قطعی و نقلی دلائل پیش کر کے خیال مخالف کی ہر پہلو سے تردید فرماتے ہیں ان کی بحث قابل غور ہے یونانی کے موافق اسکا درست ترجمہ یہ ہے "خدا کا بیٹا آیا اور ہمیں یہ سمجھ بخشی کہ ہم اسکو جو حق ہے جانیں اور ہم اس میں جو حق ہے اسکے بیٹے یسوع میں (ہو کر) رہتے ہیں خدائے برحق اور ہمیشہ کی زندگی یہی ہے اے میرے بچو تم بتوں سے آپ کو بچائے رکھو" اب یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ برحق خدا باپ کا خاص خطاب ہے اس کا اردو ترجمہ سچا خدا بھی ہوا ہے اکیلا سچا خدا یوحنا کی انجیل ۱۷ ۳ خدا زندہ اور سچا اتھلو ۱ ۹ مسیح کو یہ لقب کبھی نہیں دیا گیا کیونکہ ان کے حق میں یہ لقب نازیبا تھا پس جب ایک ہی آیت میں بموجب عام محاورہ انجیل کے یوحنا حواری خدا کو دو جگہ حق کہہ چکے تو کتنی زبردستی ہے کہ اسی کے دوسرے فقرہ کو جس میں برحق خدا کا ذکر ہے اسے حق کی طرف منسوب نہ کر کے ناحق مسیح کی طرف منسوب کریں خصوصاً اس حال میں کہ اسی آیت میں دو دفعہ یوحنا حواری مسیح کو خدا کا بیٹا کہہ کر خدا سے الگ بیان کر چکے۔

فاضل اجل علامہ عصر ڈاکٹر وینر اپنی گرامر میں دفعہ ۲۳ اس آیت کی نسبت یوں لکھتا ہے۔ "۱ یوحنا ۵: ۲۰ میں خدائے برحق یہی ہے ضمیر خدا سے علاقہ رکھتی ہے نہ کہ مسیح سے جو عین قبل آیا ہے جیسا کہ پرانے فقیہوں نے بہ لحاظ تائید مسائل تسلیم کیا ہے کیونکہ اول تو خدائے برحق ہمیشہ بلا استثنا باپ کا خطاب آیا ہے دوم اس کے بعد ہی بت پرستی سے تنبیہ کی گئی ہے اور خدائے برحق ہمیشہ بتوں کی ضد میں مستعمل ہوتا ہے" انھیں وجوہ پر ڈاکٹر اگسٹس ہنڈیر بھی اس خط کی تفسیر میں خدائے برحق باپ سے منسوب کرتے ہیں پس معلوم ہو گیا کہ خدائے برحق مسیح کو نہیں بلکہ باپ کو کہا ہے

## حاشیہ

بشپ وروز ورتھ اس جملہ کا ترجمہ یہی کرتے ہیں "اسکے بیٹے یسوع مسیح میں ہو کر ہم اسمیں ہیں جو سچا خدا ہے"

اس آیت کا مطلب یہ ہے" ہم خداوند یسوع مسیح میں ہو کر جس کو برحق خدا کی شناخت بخشی برحق خدا میں رہیں اور جھوٹے معبودوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھیں" خدائے برحق کی شناخت اس زمانہ میں مسیح کے وسیلہ ملتی تھی چنانچہ مسیح کہتا ہے کوئی بغیر میرے وسیلہ کے باپ کے پاس نہیں سکتا انجیل یوحنا ۱۴/۶ اس آیت متنازعہ کے مطلب کو مسیح نے دوسرے الفاظ میں یوں بیان کیا ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھکو اکیلا سچا خدا اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں یوحنا ۱۷/۳ مکاشفات یوحنا۔ اس کتاب کے مندرجہ ذیل مقالات اسی تثلیث اثبات الوہیت مسیح پیش کرتے ہیں ذیل میں ان کو تحریر کر کے ان کی تردید کی جاتی ہے۔

(۱) خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ میں الفا و امیگا اول اور آخر جو ہے اور تھا۔ اور آنیوالا ہے قادر مطلق ہوں ۱/۸

(۲) مسیح نے کہا میں الفا و امیگا اول و آخر ہوں ۲/۱

(۳) مسیح نے کہا میں اول اور آخر اور زندہ ہوں۔ اور میں مُوا اور دیکھ میں ابد تک زندہ ہوں ۱/۱۸

(۴) مسیح کا کلام وہ جو اول اور آخر ہے اور مُوا تھا اور جیا ہے یہ باتیں کہتا ہے ۲/۸

(۵) کسی نے کہا میں الفا و امیگا ابتدا اور انتہا اول و آخر ہوں ۲۲/۱۳

ہم کسی دوسری جگہ لکھ آئے ہیں کہ محض ایک سے الفاظ استعمال کرنے کی وجہ سے دو مختلف اشخاص ہم مرتبہ نہیں ہو جاتے اور جو الفاظ خدا کے لیے محدود ہیں انسان کے لیے بالکل محدود اور ادنیٰ معنے ادا کرتے ہیں ازلیت و ابدیت خدا کی صفات مسلمہ ہیں اسلیے ان الفاظ الفا و امیگا اول و آخر سے خدا کی ازلیت و ابدیت بغیر کسی تشریح زائد کے ثابت ہوتی ہیں اسی طرح باوجودیکہ جملہ "سب کچھ جانتا ہے" فی نفسہ علم غیر محدود یا ہمہ دانی ثابت نہیں ہوتی تاہم چونکہ کلام مقدس میں خدا سے صفات ہمہ دانی بہت واضح طور پر منسوب ہوتی ہیں اسلیے جہاں کہیں لکھا ہے خدا سب کچھ جانتا ہے ایوحنا ۳/۲۰ بلا تامل اس سے مراد ہمہ دانی لیتے ہیں برخلاف اسکے چونکہ کتاب مقدس انسان کو نہایت وضاحت سے کم عقل و ناقص العقل بتلاتی ہے لہذا جب اس کے لیے بعینہٖ وہی الفاظ تم سب کچھ جانتے ہو ایوحنا ۲/۲۰ مستعمل ہوتے ہیں تو اسکا مفہوم ہمیشہ محدود اور ادنیٰ جانتے ہیں

(۱) اس آیت میں جہاں خدا متکلم ہے یوں مرقوم ہے" میں الفا و امیگا اول و آخر جو ہے اور جو تھا اور جو آنیوالا ہے قادر مطلق ہوں" یعنی جملہ اول مجرد نہیں بلکہ جملہ ثانی کے ساتھ ملکر

صفات ازلیت و ابدیت کا اظہار کرتا ہے مسیح کو گو ایک محدود معنے میں الفا و امیگا اول و آخر کہا ہو مگر اسکو جو ہے اور جو تھا اور جو آنے والا ہے قادر مطلق کبھی نہیں کہا اور صرف یہی اخیر جملہ الوہیت کو مجرداً اور فی نفسہٖ ثابت کرتا ہے اور یہی جملہ اس کے حق میں ندارد بھی ہے۔

(۲) یہ آیت غلط اور متن سے خارج ہے ریوائزڈ ورشن نے اسکو متروک کر دیا ہے۔

(۳) ان آیات میں جو لقب مسیح کو دیا گیا ہے وہ خدا کے حق میں بالکل کفر ہے وہ اول و آخر ہے اور موا تھا اور جیا ہے" خدا کی نسبت یہ کہنا کہ وہ موا تھا اور جیا ہے کفر ہے اور مسیح کے حق میں الفاظ الفا و امیگا اول و آخر دوسرے الفاظ جو موا تھا اور جیا ہے سے ملکر ضرور محدود ہو جاتے ہیں کیونکہ زبور ۸۲ میں اسی طرح ہے وہاں انبیاء کو الٰہ کہا ہے پھر ساتھ ہی کہدیا کہ تم بشر کی مانند مروگے جس سے معنے لفظ الٰہ کے محدود ہو گئے۔ اور نیز انجیل میں مسیح کی ذات حادث بیان ہوئی ہے اُس نے خود اپنے واجب الوجود ہونے کی نفی کر دی۔

(۴) یہ آیت مشتبہ ہے کیونکہ اس میں اختلاف ہے کہ اس کا متکلم کون ہے آیا مسیح یا وہ فرشتہ جو کہتا ہے میں تیرا اور نبیوں کا جو تیرے بھائی ہیں ہم خدمت ہوں آیت ۹ دونو رائیں درست ہو سکتی ہیں اگر وہ فرشتہ جو اپنی عبودیت کا اقرار کرتا ہے متکلم ہے تو صاف ظاہر ہے کہ یہ کلام کسی طرح الوہیت کی حد تک نہیں پہنچ سکتا بلکہ ایک محدود و مجازی معنے رکھتا ہے اگر مسیح متکلم ہے تو بھی اسکے معنے درست اور قرین عقل و نقل ہیں کیونکہ اس کتاب کا مصنف بھی مسیح کو خدا نہ جانتا تھا۔ مصنف خدا میں نہ کہ کسی اقنوم میں اور مسیح میں ہمیشہ امتیاز کرتا ہے "ہمارے خدا کی سلطنت آئی اور اس کے مسیح کا اختیار بھی" ۱۲/۱۰ و ۱۷ و ۱۴/۴ و ۲۰/۶ خداوند خدا قادر مطلق اور برہ اسکی ہیکل ہیں ۲۱/۲۲ اس کتاب کے ابتدا میں ہے "یسوع مسیح کا مکاشفہ جو خدا نے اسے دیا" خدا کو مسیح کا خدا اور باپ کہا ہے" یسوع مسیح نے ہمکو کاہن اپنے خدا اور باپ کے لیے بنایا ۱/۶ و ۵/۱۰ مسیح بتکرار باپ کو اپنا خدا کہتا ہے "میں اُسے جو غالب ہوتا ہے اپنے خدا کی ہیکل کا ستون بناؤں گا میں اپنے خدا کا نام جو میرے خدا کے حضور سے اُترا ہے اسپر لکھوں گا ۳/۱۲ اگر ہم مکاشفات میں مسیح کو باپ کے ساتھ اسکے دہنے اُسکے تخت پر بیٹھا ہوا پاتے ہیں تو ہم اسکو خدا نہیں سمجھتے کیونکہ یہ رتبہ اسکو خدا باپ نے دیا ہے مسیح نے اپنی بڑی خدمت کے سبب خدا سے

یہ انعام پایا۔ وہ کہتا ہے "جو غالب ہوتا ہے میں اسے اپنے تخت پر اپنے ساتھ بیٹھنے دونگا چنانچہ میں غالب ہوا اپنے باپ کے ساتھ اسکے تخت پر بیٹھا ہوں ۳/۲۱ غالب ہونے کے انعام میں ایک مدت تک سب مسیحی بھی مسیح کے ساتھ اسکے تخت پر بیٹھ سکتے تھے پر مسیح کے برابر نہیں ہو سکتے یہ تشبیہات و استعارات ہیں جن سے روحانی مراتب کا اظہار کرنا مقصود ہوتا ہے پس معلوم ہو گیا کہ اس کتاب کے بموجب بھی مسیح خدا نہیں۔ فقط عبدالخالق نومسلم از دفتر تالیف و اشاعت قادیان۔

# مولوی ابراہیم سیالکوٹی اور اُس کا مسیح کے صلیب پر لٹکائے جانے سے انکار

مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی اپنی کتاب شہادۃ القرآن کے صـ۲۱ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر نہیں چڑھائے گئے بلکہ آپ نے صلیب کی شکل بھی نہیں دیکھی اور یہود نے آپ کو چھوا تک نہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت قول صلیب محض افترا ہے اور سبب لعنت کا ہے اور یہ امر کئی آیات سے ثابت ہے۔

**قولہ الآیۃ الاولیٰ** وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ یعنی یہود نے (عیسیٰ عم کو قتل کرنے اور صلیب پر چڑھانے) کی تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی ایک تدبیر کی (کہ آپکو آسمان پر اٹھا لیا اور ان یہود ہی سے ایک شخص کو مصلوب کرا کے قتل کروایا) اور اللہ تعالیٰ سب تدبیر کرنیوالوں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔

**اقول** مذکورہ بالا عبارت دلالت کرتی ہے کہ مولوی صاحب نے بیدلیل ایک ہی لفظ کو دال بر وقوع فعل قرار دیلیا ہے اور دوسرے موقعہ پر وقوع فعل سے انکار بھی کر دیا ہے جب خدا تعالیٰ کے لیے مکر اللہ کا لفظ آیا ہے اسمیں تو یہ ترجمہ کر کے سمجھایا کہ مسیح کو آسمان پر اٹھا لیا لیکن جب یہود کے لیئے مکروا کا لفظ بصیغہ ماضی اسی طرح آیا جسطرح خدا کے لیے تو کوئی وقوع فعل قرار نہیں دیا فما وجہ التفریق فی معنی لفظ واحد فی آیۃ واحدۃ۔ پس لفظ مکروا اسبات کا مشعر ہے کہ یہود نے بھی اپنے مکر کا فعل حضرت عیسیٰ عم پر کیا لیکن خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو

ان کے مکر کے نتیجہ سے محفوظ رکھا +

**دوسرے انبیاء کے ساتھ کفار کا مکر**

اسکے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا بھی کسی نبی کے حق میں دشمنوں نے مکر کیا یا نہیں۔ اگر کیا تو ان کے مکر کا نتیجہ کیا اور خدا تعالیٰ نے اپنے انبیاء کی کیونکر حفاظت کی +

**ایک ضروری بات**

اس بات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ کید اور مکر اس میں مترادف ہیں جیسے خود مولوی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۷ میں بتوضیح لکھا ہے

**حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کفار کا مکر**

اللہ تعالیٰ سورہ انبیاء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارہ میں فرماتا ہے وارادوا بہ کیدا فجعلنٰھم الاخسرین۔ کہ مشرکین نے حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ ایک مکر کیا پس ہمنے انکو اخسرین سے کر دیا۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کفار نے تدبیر کیا کی تھی اور پھر انھوں نے اسکو کر بھی دکھایا یا نہیں اور اگر انھوں نے کر دکھایا تھا تو وہ پھر اخسرین کیسے ہوئے +

**کفار کی تدبیر یا مکر**

ان کی تدبیر کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے قالوا حرقوہ وانصروا الھتکم ان کنتم فاعلین قلنا یانار کونی بردا وسلاما علیٰ ابراھیم۔ انھوں نے یہ تدبیر کی کہ حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالکر جلایا جائے۔ آخر انھوں نے آپ کو ایندھن کی ایک عمارت بنا کر آگ میں ڈالدیا اور ہمنے آگ کو حکم دیا کہ تو ابراہیم کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی کا موجب بنجا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ان لوگوں نے اپنے مکر کو تو پورا کر دکھایا لیکن آگ میں ڈالنے سے جو ان کا مقصد متعاوہ ہمیں کامیاب نہ ہوئے اور مارے ندامت کے ہاتھ ملتے رہ گئے۔ پھر اسی واقعہ کو سورہ صٰفٰت میں یوں بیان کیا ہے قالوا ابنوا لہ بنیانا فالقوہ فی الجحیم فاراد وا بہ کیدا فجعلنٰھم الاخسرین۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ آیات میں آگ میں ڈالنے کا ذکر نہیں ہے کہ انھوں نے آگ میں ڈال بھی دیا ہو تو کیا جواب یہ ہے کہ اگر انھوں نے حضرت ابراہیم کو آگ میں نہیں ڈالا تو قلنا یانار کونی بردا وسلاما علیٰ ابراھیم کس کے لیئے حکم ہوا اور علیٰ ابراھیم کیسے صادق آیا جبکہ وہاں آگ کا وجود نہ تھا اور نہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس میں ڈالے گئے۔

**حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ ان کے بھائیوں کا مکر**

پھر حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے

آپ کے لیئے ایک تدبیر کی اور اسکا نام بھی خدا تعالیٰ نے مکر رکھا ہے جیسا کہ فرمایا وَمَا کنت لدیھم اذ اجمعوا امرھم وھم یمکرون (تو (خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے) ان کے پاس نہیں تھا جبکہ وہ اپنے بھائی یوسفؑ کو باہر لے گئے اور آپ کو کسی ویران کنوئیں میں ڈالنے پر اجماع کر لیا اس حالت میں کہ یہ انکا ایک مکر تھا۔

**حضرت یوسف کے بھائیوں کا مکر**

اب ہم دیکھتے ہیں کہ انھوں نے مکر کیا کیا تھا اور انھوں نے اُس مکر کو کیا یا نہیں انکے مکر کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے قال قائل منھم لا تقتلوا یوسف والقوہ فی غیبت الجب یلتقطہ بعض السیارۃ ان کنتم فاعلین۔ پھر فرمایا فلما ذھبوا بہ واجمعوا ان یجعلوہ فی غیبت الجب ان آیات سے ظاہر ہے کہ انکا مکر کنوئیں میں ڈالنا تھا سو وہ اپنے مکر میں کامیاب ہوئے اور آپ کو کنوئیں میں ڈال دیا لیکن خدا تعالیٰ نے آپ کو اس مکر کے نتیجہ یعنی ڈوب جانے سے بچا لیا

**آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے کفار کا مکر**

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی کفار نے ایک مکر کیا خدا تعالیٰ فرماتا ہے واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ انفال۔ پس کفار مکہ بھی اپنے مکر میں کامیاب ہوئے اور نبی کریمؐ کو مکہ سے نکلنا پڑا جیسے خدا تعالیٰ فرماتا ہے وکاین من قریۃ ھی اشد قوۃ من قریتک التی اخرجتک اھلکناھم فلا ناصر لھم (سورہ محمدؐ) پس مذکورہ بالا آیات سے صاف ظاہر ہے کہ مکر محض ارادہ کو جو کسی چیز کے متعلق ہو نہیں کہتے بلکہ اسکو وقوع کا حد بھی کہہ سکتے ہیں مندرجہ بالا آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ اپنے مرسلوں کو مکفرین کے ہاتھوں سے اسوقت بچاتا ہے جبکہ وہ اپنی طرف سے تمام سامان تکلیف دینے کے اور تمام تدابیر ہلاکت کی کر چکتے ہیں جیسے حضرت ابراہیمؑ کو کفار نے جلانا چاہا سو جو اسباب جلانے کے ہوتے ہیں انھوں نے کیے لیکن خدا تعالیٰ نے جو کہ خیر الماکرین ہے آگ سے زندہ نکالا اور اثر غالب کر کے دکھلایا۔ اسی طرح حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے آپ کو ہلاک کرنا چاہا اور کنوئیں میں جو کہ ہلاکت کا موجب ہو گرا دیا لیکن خدا تعالیٰ نے جو کہ خیر الماکرین ہے آپکو ہلاک ہونے سے بچایا اور دوسرے بھائیوں پر غلبہ دیا اور آخر میں آپ کے بھائیوں کو خود آپ کے سامنے سجدہ میں گرنا پڑا لیکن خدا آپکو کنوئیں سے آسمان پر نہ لیگیا

پھر اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار مکہ نے مکہ سے قتل یا مکہ سے نکال دینا چاہا اور اسکے لیئے انھوں نے بہت مکر کیے یہانتک کہ آپکے قتل کے لیے یہ مکر کیا کہ آپ کے گھر کا محاصرہ کرلیا اور ہر قبیلہ میں سے جوان چُنے تاکہ بہت سے قبائل میں آپ کا خون مشترک ہو جائے اور آپ کا قبیلہ بنو ہاشم مقابلہ کی طاقت نہ رکھے انھوں نے اپنی طرف سے یہ سامان قتل کے کیے لیکن خدا تعالیٰ نے آپ کو حفاظت سے نکالا پھر آپ وہاں سے نکل کر غار ثور میں جو ایک تاریک غار تھی تین دن تک رہے لیکن یہ نہ ہوا کہ آپ کو محاصرہ کے وقت آسمان پر اٹھا کر لیجایا جاتا۔ اور مشرکین مکہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے نکالنے کا مقصد یہ نہ تھا کہ آپ کی باہر کوئی مدد نہ کرے گا اسطرح پر آپ ہلاک اور تباہ ہو جائیں گے لیکن خیر الماکرین خدا نے آپ کو اتنی تقویت دی کہ آپنے مکہ فتح کیا اور ان لوگوں کو جنھوں نے آپکو نکالا تھا نیچا دیکھنا پڑا

**یہود کا مکر** اسی سنت کے مطابق یہود بھی اپنے مکر میں کامیاب ہوئے اور انکا مکر یہی تھا کہ وہ آپ کو قتل کریں یا صلیب پر چڑھا کے ماردیں جیسا کہ تفسیر ابن کثیر اور مدارک میں لکھا ہے حین ارادوا قتلہ وصلبہ کہ وہ اسکو قتل کردیں یا صلیب پر لٹکا کر ماردیں۔ پس یہود نے بھی ایسا ہی کیا جیسا کہ لفظ مکر و اسمظاہر ہے اور مسیح کو کاٹھ پر لٹکایا لیکن کاٹھ پر لٹکانے کا نتیجہ جو کہ قتل تھا اس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچالیا جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا وما قتلوہ یقینا اور پھر انکو غالب کیا اور آپ کے کفرین کو مغضوب علیہم بنایا اور آپ کے متبعین کو اُنپر غلبہ دیا۔ انھوں نے قتل کرنے کے لیے مکر کیا اور صلیب پر لٹکا بھی دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے مقابل میں فرمایا الیعیسیٰ انی متوفیک (اذ قال ظرف ہے مکر اللہ یا خیر الماکرین کا دیکھو کشاف بیضاوی وغیرہ) کہ یہ تو تجھے قتل کرنیکا مکر کرتے ہیں لیکن یہ قتل نہیں کرسکیں گے بلکہ میں تجھے طبعی موت سے ماروں گا اے مستوفی اجلک ومؤخرک الی اجلک المسمّٰی کہ میں تیری اجل کو پورا کرونگا اور تیری اجل مسمّٰی یعنی موت تک تاخیر دونگا یعنی طبعی موت سے ماروں گا۔

پس یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ کافروں کے سارا فریبوں کو ناکام دکھاتا ہے اور زمین پر ہی انبیاءؑ کو اُن کے مقابلہ کی طاقت عطا فرماتا ہے اور اُن کے متبعین کو غالب کر دکھاتا ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تکلیف کا وقت آئے تو آپ اندھیری غاروں میں چھپیں اور جب حضرت مسیح ناصری کو مصیبت کا سامنا ہو تو انکو آسمان پر اٹھا کر لے جایا جائے۔

پس ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل پر غور کرو کہ مسیح ایک رسول ہیں جس طرح باقی رسولوں کے ساتھ کافروں کے مکر کا انجام ہوا ہے ویسے ہی مسیح کے ساتھ بھی ہونا چاہیئے کیونکہ مسیح کوئی بدعا من الرسل نہیں تھے بلکہ ما کان بدعا من الرسل کے مصداق تھے۔ فتدبر

**قولہ۔** سوال۔ کفار ماکرین کے ساتھ سنت اللہ کیا ہے اور انکے مکر کی عاقبت کیا ہوا کرتی ہے جواب ماکرین کو ہلاک کرنا اور انکی مکر کا وبال انہی پر نازل کرنا لہٰذا اپنے عباد مرسلین کو انکے مکر سے بچانا۔

**اقول** اگر بچا لینے سے یہ مراد ہے کہ انبیاء انکے نتیجہ مکر سے مصئون رہتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر بتوضیح بیانات قرآنیہ بتایا جا چکا ہے تو مسلم ہے۔ اس بنا پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب پر کھینچا جانا بعید از امکان نہیں بلکہ سنت اللہ کے مطابق ضروری ہے اور اگر انکو قتل سے باز رکھنا مقصود ہے تو حضرت یوسفؑ کی تکذیب لازم آئیگی کیونکہ وہ کنوئیں میں ڈالے گئے اور نیز حضرت ابراہیمؑ آگ میں ڈالے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے نکالے گئے جیسے کہ آیت وَمِنْ قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجَتْكَ سے ظاہر ہے۔ تو یہ مسلم نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ سنۃ اللہ اسطرح پر جاری ہوئی ہے کہ کافر اپنا مکر کر چکتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ انبیاء کو اپنی قدرت اور اپنے فضل سے عاقبۃ وتبعہ مکر سے محفوظ رکھتا ہے اور دشمنوں پر انکو غلبہ دیتا ہے اور یہی مطلب لا یحیق المکر السیئ الا باھلہ کا ہے کہ آخر وہی ماکرین ہلاک اور تباہ ہوتے ہیں۔ فتفکر۔

**قولہ** خلاصہ یہ کہ جہاں کہیں رسل اللہ کے برخلاف کفار کے مکر کا ذکر ہے اسجگہ یہی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ پیغمبروں کو انکے مکر اور شر سے محفوظ رکھتا ہے اور الٹا ماکرین ہی پر وبال و عذاب نازل کیا کرتا ہے سو اسی طرح پر حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں بھی اسی طرح کی امید آتی ہے۔

**اقول** یہ غلط ہے کیونکہ پیغمبروں کو کافروں کی طرف سے اشد سے اشد تکالیف پہنچتی ہیں اور اپنی طرف سے جس قدر وہ طاقت رکھتے ہیں خرچ کر چکتے ہیں تو تب خدا تعالیٰ کی نصرت آتی ہے جیسے کہ آیت أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ سے ظاہر ہے پس مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ انبیاء کفار کے شر اور مکر سے محفوظ رہتے ہیں غلط ہے صحیح یہ ہے کہ انبیاء نتیجۂ مکر اور شر سے محفوظ رہتے ہیں۔

**قولہ** یہ کس قدر غلط اور لغو بات ہے کہ جو الفاظ دیگر رسولوں کے محفوظ رہنے پر دلالت کریں انہی الفاظ کے ہوتے ہوئے حضرت کلمۃ اللہ و روح اللہ علیہ السلام اسقدر ذلت اور خواری سے صلیب پر کھینچے جائیں

**اقول** مسیح علیہ السلام کو اگر کوئی مصیبت یا تکلیف پہنچے تو اُسپر اتنا واویلا اور شور و غل لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین سرور کائنات کا کوئی خیال نہیں۔ آنحضرتؐ تو اہل طائف سے پتھر کھائیں اور حضور کی مبارک ایڑیوں سے خون بہے اور آپ کے سر مبارک پر سجدہ کی حالت میں اونٹ کی اوجھڑی ڈالی جائے پھر آپ کے گھر کا محاصرہ کیا جائے اور آپ ایسی غار میں جو کہ تنگ و تاریک اور سانپوں وغیرہ سے پُر تھی بسیرا کریں اور اسی تاریک غار میں حضور تین دن تکلیف برداشت کریں پھر جب اُس سے نکلیں تو آپکا تعاقب کیا جائے پھر جب حضور مدینہ پہنچیں تب بھی آپ کا پیچھا نہ چھوڑا جائے اور آپ پر لشکر کشی کی جائے اور جنگ احد میں حضور کے سر مبارک پر پتھر لگے اور خود کا ایک سرا آپ کے سر میں پھنس جائے اور بیہوش ہو کر گر پڑیں اور کافر یہ مشہور کر دیں کہ آپ قتل ہو گئے ہیں اور پھر صحابہ جنگ سے انحراف بھی کریں اور دوڑ جائیں ان تکالیف کی طرف تو مولوی صاحب کی کچھ نظر نہیں ایک اُمت موسویہ کے ایک خلیفہ کی تھوڑی سی تکلیف کا خیال ہے۔ قال المسیح الموعودؑ

زبوئے نافۂ عرفاں چو محروم ازل بودند  پسندیدند در شانِ شہ خلق ایں مذلت را

**صلیب اور جنگ احد کے واقعہ میں مطابقت** اگر غور سے دیکھا جائے تو مسیح کے صلیب پر چڑھنے اور آنحضرتؐ کو جنگ اُحد میں پتھر کے لگنے کا واقعہ قریباً دو نو ملتے ہیں جیسے کہ مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مقتول سمجھکر جنگ کرنا چھوڑ دیا حالانکہ آنحضرتؐ شہید نہیں ہوئے تھے بلکہ آپ بیہوش (جو کہ مشابہ بالمقتول کی حالت ہے) ہو گئے تھے اسی طرح جب مسیح علیہ السلام کو صلیب پر سے اُتارا گیا تو یہود نے آپ کو مقتول خیال کیا لیکن درحقیقت آپ بیہوش اور مشابہ بالمقتول ہو گئے تھے حقیقۃً مقتول نہیں ہوئے تھے ففکر فیہا حسن انتفکر لیزدک الحق

**قولہ** یہود کے خلاف اللہ تعالیٰ کا مکر یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اُٹھا لیا اور انہی میں سے کسیکو اُنکا ہم شکل بنا دیا۔ جسکو یہود نے صلیب پر چڑھا کر قتل کیا۔

**اقول** اس قول کا بطلان ظاہر ہے کیونکہ مسیح کا آسمان پر اٹھایا جانا دعویٰ بلا دلیل ہے

کسی کو آپ کا ہمشکل بنا کر صلیب پر چڑھانا ناشی از توہم ہے ورنہ حقیقۃً یہ بات نہیں رہا یہ قول کہ مغیرین نے ایسا لکھا ہے تو انھوں نے سُنی سنائی بات لکھدی ورنہ جن الفاظ سے نکالا جاتا ہے کہ مسیح آسمان پر اُٹھایا گیا ان الفاظ سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی۔ اور یہ عقیدہ کہ مسیح کا شبیہ صلیب دیا گیا تھا غلط ہے اولاً اسپر یہ سوال ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں ماکر صرف ایک شخص کے لیے نہیں تھا بلکہ ایک قوم تھی جسپر کہ لفظ مکروا جو جمع کا صیغہ ہے نال ہے اور اسکے مقابلہ میں مکر اللہ کا لفظ آیا ہے اگر مکر اسدیہی تھا کہ کسی آدمی کو مسیح کے مشابہ بنا کر صلیب پر لٹکایا جاتا تو کیا وجہ ہے کہ باقی جماعت کو صلیب پر نہ لٹکایا گیا کیوں ایک ہی شخص پر اکتفا گیا۔ پھر اسبات کو عقل بھی تسلیم نہیں کرتی کہ ایک شخص کو صلیب پر لٹکایا جاتا ہے اور وہ یہ نہیں کہتا کہ میں وہ شخص نہیں جسکو تم صلیب دینا چاہتے ہو اور اس شبہ سے کہ یہود کو کیوں پتا نہ لگا کہ جسکو ہم صلیب دینا چاہتے ہیں ہمارا آدمی ہے مخلصی پانیکے لیے تفسیر ابن کثیر میں یوں لکھا ہے فلمّا احاطوا بمنزلہ وظنوا انھم ظفروا بہ نجاہ اللہ تعالیٰ من بینہم ورفع من روزنۃ ذلک البیت الی السماء والقی شبہہ علیٰ رجل ممن کان عندہ فی المنزل فلمّا دخل اولئک اعتقدوہ فی ظلمۃ اللیل عیسیٰ فاخذوہ و صلبوہ اس عبارت سے بھی انکا مقصد حاصل نہیں ہوسکتا۔ اولاً اسلیے کہ ظلمت لیل کو مانع بنایا گیا ہے اسبات کا کہ انھوں نے دوسرے کو مسیح خیال کر لیا لیکن یہ عذر بھی معقول نہیں کیونکہ وہ زبان سے اپنی برئت کر سکتا تھا کہ میں وہ شخص نہیں جسکو تم صلیب پر لٹکانا چاہتے ہو۔ ایسا ماننے سے تو شبیہ بنانے کی بھی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ اندھیرا تھا اندھیرے میں انھوں نے کیا دیکھنا تھا اور یہ سب باتیں تاریخ کے خلاف ہیں اور محض اختراعی اور ساختی ہیں اور ان میں اتنے اقوال متضاد وارد ہوئے ہیں کہ جنسے ماننا پڑتا ہے کہ درحقیقت ایسا واقعہ نہیں ہوا اگر مضمون کے لمبا ہو جانے کا خوف نہ ہوتا تو ہم ان اختلافات کو لکھدیتے ثانیاً یہ سوال ہے کہ فلمّا احسّ عیسیٰ منھم الکفر کی تفسیر میں مولوی صاحب ص۲۵ پر کفر کی تفسیر قتل کرائے ہیں تو جب احساس کفر ایک جماعت کی طرف سے تھا جیسا کہ ضمیر ھُمْ سے ظاہر ہے تو ایک آدمی کو کیوں صلیب دیا گیا باقی کو کیوں نہیں؟ فما وجہ التفریق بین المصلوب وغیرہ۔ ثالثاً یہ کہ مولوی

صاحب کا اپنے استدلال میں آیات جمع کرنا جیسے قد مکر الذین من قبلھم فاتی اللہ بنیانھم من القواعد فخر علیھم السقف من فوقھم اور انا دمرنا ھم وقومھم اجمعین صفحہ ۲۶ و ۲۷ مذکورہ بالا عقیدہ کو باطل کرتا ہے +

**قولہ** - سوال :- واللہ خیر الماکرین کی تفسیر کس طرح پر ہے جواب اس آیت سے مقصود یہ امر کا اظہار ہے کہ اللہ قدیر کی تدبیر کے مقابلہ میں مخلوق عاجز کی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی -

**اقول** مولوی صاحب نے خود اقرار کر لیا کہ تدبیر کفار کی وقوعمیں تو آجاتی ہے مگر کارگر نہیں ہو سکتی اور یہی ہمارا مقصد تھا اور یہی قرآن مجید سے اوپر ثابت کیا جا چکا ہے اسلیے مسیح کو صلیب پر تو چڑھایا گیا مگر جو انکا مقصد قتل کرنا تھا وہ پورا نہ ہوا -

**قولہ** اور نکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت خیر الماکرین فرمائی اسلیے لامحالہ اسکی تدبیر رسول برحق کی شان میں خیر ہونی چاہیے اور اعداء الرسول کے حق میں شر اور ظاہر ہے کہ کفار ناہنجار کے ناپاک ہاتھوں سے صلیب پر چڑھایا جانا رسولِ مؤید بالمعجزات کی شان میں خیر نہیں ہے بلکہ رفع الی السماء خیر الخیرات و احسن التدبیرات میں سے ہے - صفحہ ۷ +

**اقول** مسیح کے مرفوع الی السماء ہونے اور صلیب پر لٹکائے جانے سے دشمنوں کا اخسر اور اسفل ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ انکی کمال رسوائی تو اسی میں ہے کہ وہ اپنی طرف سے قتل کے اسباب اور ذرائع استعمال کر لیں تو پھر خدا تعالیٰ اُسے بچالے جیسا کہ خود مولوی صاحب صفحہ ۶۹ پر تحریر فرماتے ہیں "پس کفار الاخسرین یعنی سخت زیانکار اور الاسفلین یعنی نہایت پست اور ذلیل تب ہی ہو سکتے ہیں جب اپنا سارا زور دغا و دجل لگا چکیں اور اپنے اسباب کو استعمال میں لا چکیں اور پھر اپنے ارادہ میں ناکام رہیں" پس جبکہ آپ خود تسلیم کرتے ہیں کہ دشمنوں کی کمال رسوائی اور ذلت اسی میں ہے کہ وہ اپنی طرف سے اسباب کو استعمال میں لا چکیں لیکن پھر بھی وہ ناکام رہیں تو حضرت مسیح کے ساتھ انکو کیا عداوت اور دشمنی ہے کہ انکے کافروں اور اعدا کو عزت دیتے ہو کہ انھوں نے اپنے اسباب قتل استعمال نہیں کیے - پھر اگر ہم بقول مولوی صاحب ان میں کہ یہود نے آپ کی شبیہ کو قتل کر ڈالا تھا پھر بھی انکی عزت تو ہے کیونکہ انھوں نے اُسے مسیح سمجھ کر قتل کیا ہے اور دوسرے لفظوں میں یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اگر وہ مسیح کو سولی پر چڑھا دیتے تو وہ بھی قتل ہو جاتے اور حواری جو کہ مسیح پر ایمان لائے تھے یہود کو منہ بھی نہ دکھا سکتے کیونکہ انھوں نے

اپنے عقیدہ کے مطابق مشبہ مسیح قتل کر دیا تھا اور یہود اسکو مسیح قرار دیتے تھے اور اسکا آسمان پر جانا مانتے نہیں تھے اگر انکو معلوم بھی ہو جاتا اور دلائل قطعیہ سے ثابت کر دیا جاتا کہ وہ آسمان پر چلے گئے ہیں تب بھی انکا پہلو بھاری ہوتا وہ کہتے کہ اگر خدا تعالیٰ مسیح کے ساتھ تھا تو وہ زمین پر رہ کر دکھاتا پھر دیکھتے کہ ہم اسکا کیا حال کرتے ہیں نیز اگر رفع الی السماء دشمنوں کو خسر اور اسفل اور ذلیل بنانے والا ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں سے اور آنحضرت صلعم کو مشرکین کے محاصرہ کے وقت آسمان پر اٹھایا جاتا لیکن کیوں نہیں اٹھایا گیا اسی لیے کہ آسمان پر اٹھا لینے سے خدا تعالیٰ میں عجز کا نقص لازم آتا ہے کیونکہ ہمیشہ وہی شخص چیز کو چھپایا کرتا ہے جسے اسکے کھوئے جانے یا ضائع ہونیکا خوف و خطرہ ہو ففکر فیہا حق التفکر لتدرک الحق + (شمس سکھوانی)

# آیۃ اِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰب کے صحیح معنے

منکرین احمدیت حیات مسیح علیہ السلام کے اثبات کے لیے منجملہ دوسری آیات کے ایک یہ آیۃ بھی پیش کرتے ہیں اور یوں استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کوئی اہل کتاب نہیں مگر وہ مسیح پر ضرور ایمان لائے گا اور اب چونکہ اہل کتاب تمام ایمان نہیں لائے اسلیے ضروری ہے کہ مسیح زندہ ہوں اور ایک ایسا زمانہ آوے کہ جب تمام اہل کتاب ایمان لاویں +

استدلال ہذا محال ہے اگر بفرض محال اس استدلال کو قبول بھی کر لیا جاوے تو بھی یہ استدلال محال الوقوع ہے کیونکہ موجودہ زمانہ میں اہل کتاب یہود نامسعود بغیر ایمان بالمسیح علیہ السلام مر رہے ہیں پس یہ کہنا کہ اس آیۃ کے معنے یہ ہیں کہ یہود بغیر ایمان بالمسیح کے نہیں مرینگے خلاف واقعہ ہے۔ اور یوں بھی محال ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کوئی نفس اسوقت ایسا نہیں کہ جو سو سال تک زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زندہ رہے پس اہل کتاب کا اڑھائی ہزار برس تک زندہ رہنا فرمان نبوی کے برخلاف ہے اسلیے یہ استدلال باطل ہے +

استدلال مذکورہ کا ابطال نمبر۲ قرآن کریم کا فرمان ہے کہ لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔ اگر یہ قرآن غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف ہوتا۔ گویا قرآن میں اختلاف ہونا اسکے منجانب اللہ ہونیکے خلاف ہے لیکن

ہمارے زدیک اس آیت کے جو معنے کرتے ہیں انکی رو سے قرآن مجید میں اختلاف مانا پڑیگا کیونکہ ابتداء رکوع میں فرمایا کہ فلا یومنون الا قلیلاً۔ کہ یہودی بہت کم ایمان لائیں گے اور اس متنازعہ فیہ آیت کے معنے ہیں کہ تمام یہودی ایمان لے آئیں گے جو صراحۃً پہلے معنوں کے مخالف ہیں حالانکہ اختلاف قرآن میں جائز نہیں پس یہ معنے بالکل باطل ثابت ہوئے۔

**استدلال مذکورہ کا ابطال نمبر ۲** اللہ تعالیٰ اپنی شان پاک میں فرماتا ہے ان اللہ لا یُخلِفُ المیعاد۔ کہ اللہ کبھی خلاف وعدہ نہیں کرتا لیکن مذکورہ بالا معنے کو تسلیم کرنے سے اللہ تعالیٰ پر خلاف وعدہ کا نقص عائد ہوگا کیونکہ اس نے حضرت مسیح علیہ السلام کو ساتھ یہ وعدہ فرمایا تھا کہ جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ یعنی میں تیرے متبعین کو تیرے منکرین پر قیامۃ تک ضرور فوقیت دوں گا۔ اب غور فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ تو فرماوے کہ قیامۃ تک یہودی اور عیسائی ضرور روئے زمین پر موجود رہیں گے کیونکہ غلبہ اور فوقیت دو باتوں کے متقاضی ہیں ایک غالب دوسرا مغلوب اگر ایک نہ ہو تو نسبت فوقیت ناممکن ہے پس مغلوب کا وجود الی یوم القیامہ لازمی ہے اور وہ منکرین مسیح علیہ السلام ہیں۔ لہذا نتیجہ صاف ہے کہ آیۃ ان من اھل الکتٰب کے معنے احمدیوں والے معنے غلط ہیں۔ اسکے علاوہ اور بھی کئی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر کیا ہے کہ قیامۃ تک یہودی اور عیسائی ایک مذہب پر متفق نہیں ہو سکتے جیسا کہ فرمایا واغرینا بینھم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیامۃ۔ مائدہ ۔۶۴۔ نیز القینا بینھم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیٰمۃ مائدہ ۔۹۶۔ یعنی ہمنے یہود اور نصاریٰ کے درمیان عداوۃ اور دشمنی قیامۃ تک رکھدی ہے ان آیات شریفہ کے ہوتے ہوئے کسی آیت کے ایسے معنے کرنا کہ حضرت مسیحؑ پر سب یہودی ایمان لے آئیں گے اگر الحاد اور بے ایمانی نہیں تو اور کیا ہے ؂

یہ وہ اختلاف ہے کہ جو ہمنے مولوی محمد حسین بٹالوی کے سامنے بھی پیش کیا اور وہ جواب نہ دیسکے حتیٰ کہ اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ اب بھی کوئی ان کے ہمنوا خصوصاً انکے شاگرد (بقول مولوی محمد حسین بٹالوی) مولوی ثناء اللہ امرتسری اس اختلاف کو دور کریں ورنہ حدیث شریف موجود ہے کہ من قال فی القرآن برأیہ فقد کفر۔ کہ جس نے قرآن مجید

میں اپنی رائے زنی کی وہ کافر ہوگیا۔

استدلال مذکورہ کا ابطال نمبر ۳} کسی آیت کے ٹھیک اور درست معانی سمجھنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک اصول بتایا ہے کہ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا یعنی کیوں یہ لوگ قرآن کریم میں تدبر سے کام نہیں لیتے تاکہ اس پر قرآن کے اصل معانی ظاہر ہوں۔ اب متنازعہ فیہ آیۃ کو دیکھیے کہ آیا سیاق وسباق سے یہ پتا چلتا ہے کہ وہ واقعی اور حقیقی ایمان لے آئینگے۔ رکوع ہذا کے ابتداء سے لے کر انتہا تک بنی اسرائیل کی بدیوں اور شرارتوں کا ذکر ہے اور آیۃ کے قبل اور بعد دو جگہ ان شریروں کی بدسلوکیوں کا تذکرہ ہے پس اب ہمارے دوست اسجگہ تدبر سے کام لیکر بتائیں کہ آیا اسجگہ ایمان سے وہ ایمان مراد ہوسکتا ہے جو کہ وہ سمجھے ہیں۔

اس آیۃ کے سیاق وسباق سے تو یہ پتا چلتا ہے کہ یہ ایمان ایمان باثواب نہیں بلکہ باعقاب ہے کیونکہ فہرست گناہ میں شمار کیا گیا ہے پس آیۃ مذکورہ کے معانی سیاق وسباق کے برخلاف ہیں لہذا قابل تسلیم نہیں +

استدلال مذکورہ کا ابطال نمبر ۴} تفسیر ابن جریر طبری جلد ۶ صـ ۱۵ میں لکھا ہے کہ عن جویبر فی قولہ لیؤمنن بہ قبل موتہ قال قراءۃ ابی قبل موتھم لیؤمنن بہ قبل موتھم موتہ کی دوسری قرأۃ یعنی اُبی کی قراءۃ قبل موتھم آئی ہے یعنی قبل موتہ کی بجائے قبل موتھم ہے۔ نیز تفسیر کشاف جلد ۱ صـ ۳۹۷ میں لکھا ہے۔ وتدل علیہ قراءۃ ابی الا لیؤمنن بہ قبل موتھم یعنی ابی کی قراءۃ من قبلہ کے متعلق من قبلھم ہے پس ثابت ہوا کہ اسکی دوسری قراءۃ مَوْتِھِمْ بھی آئی ہے۔ اب اگر ہمارے دوست موتہ کی ضمیر اہل کتاب کی طرف نہ پھیریں تو پھر دوسری قراءۃ چھوڑنی پڑے گی اس لیے ضروری ہے کہ نہ چاہیے جائیں جو ان دونوں کو حاوی ہوں اور موتہ کی ضمیر اہل کتاب کی طرف پھیرنے ہی سے ہوسکتی ہے

پس استدلال مذکورہ باطل ہے +

استدلال مذکورہ کا ابطال نمبر ۵} آیت مذکورہ کا آخری ٹکڑہ یہ ہے کہ یوم القیامۃ یکون علیھم شھیدا کہ قیامت کے دن مسیح اپر گواہی دیگا۔ عربی زبان میں شھید علیہ کے

دو معنے ہوتے ہیں۔(۱) کسی کے خلاف گواہی دینا جیسے آیۃ جئنا بک علی ھؤلاء شہیدا سے واضح ہوتا ہے۔(۲) کسیکی حفاظت کرنا جیسے آیۃ لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا سے ظاہر ہوتا ہے۔ پس اب بتایا جاوے کہ مسیح ان یہودیوں کے متعلق جو بزعم آپ کے مومن ہو چکے ہونگے کس قسم کی شہادۃ دینگے آیا وہ انکے برخلاف گواہی دینگے حالانکہ یہ فضول اور شان انبیاء سے بالا ہے کہ وہ تو مومن ہو چکے ہوں اور آپ بجائے انکی شفاعت کے انکے برخلاف گواہی دیں بالخصوص اسحالت میں کہ اللہ تعالیٰ کے حضور گواہی ہو اور یوم الفصل ہو۔ یا انکی حفاظت کرینگے حالانکہ قیامت دار الجزاء ہے نہ کہ دار العمل اسلیے وہاں حفاظت کے کیا معنے۔ پس اگر ایمان سے حقیقی ایمان مراد لیا جاوے تو پھر اس ٹکڑہ کے برخلاف بنتا ہے اسلیے معانی مذکورہ غلط ہیں۔

**نون ثقیلہ کے متعلق** یہ کہا جاتا ہے کہ چونکہ نون ثقیلہ استقبال کے لیے آتا ہے اسلیے اس آیۃ کے یہی معنے ہو سکتے ہیں جو بیان ہوئے۔ مانا کہ نون ثقیلہ اکیلا سوائے استقبال کیلیے نہیں آتا لیکن جب اس کے ساتھ لام مفتوح جو حال پر دلالت کرتا ہے آجاوے تو پھر بھی سوائے استقبال کے دوسرے معنے نہیں ہوتے۔ دیکھو قرآن مجید میں آتا ہے ولینصرن اللہ من ینصرہ کہ اللہ تعالیٰ مدد کرتا ہے اسکی جو اسکی مدد کرتا ہے اور نیز فرمایا والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا کہ جو لوگ ہمارے متعلق کوشش و سعی کرتے ہیں ہم انکو ہدایت دیتے ہیں پس ثابت ہوا کہ نون ثقیلہ مستقبل کے سوا دوسرے معنوں کے لیے بھی آجاتا ہے۔

**ٹھیک اور درست معنے** چونکہ سیاق و سباق میں یہودیوں کی شرارتیں بیان کیگئی ہیں اسلیے یہ بات بھی انکی بدیوں میں سے ایک ہے۔ اور ما قبل فرمایا فلا یؤمنون الا قلیلا اسلیے یہ معنے کہ حقیقی ایمان مراد ہے غلط ہے۔ اور ما بعد فرمایا ویوم القیامۃ یکون علیہم شہیدا اسلیے انکا ایمان موجب ثواب نہیں۔ پس اب اسکے یہ معنے ہوں گے کہ کوئی اہل کتاب نہیں مگر وہ ایمان لاتا ہے قبل از مرگ یعنی مسیح کے مقتول ہونے پر گویا بالفاظ دیگر لعنتی قرار دیتا ہے حالانکہ وہ ابھی تک اپنی موت کو نہیں پہنچے ہوا اس قسم کا ایمان لانا موجب عذاب و عقاب ہے کیونکہ اس میں ایک نبی اللہ کو ملعون اور در بارگاہ الٰہی کا راندہ ماننا پڑتا ہے۔ والسلام۔ الراقم العبد دتا جالندھری متعلم مدرسہ احمدیہ قادیان

| دوا | قیمت | نام دوا | قیمت |
|---|---|---|---|
| [illegible]زاک | ع | عرق پودینہ | ۱۲ر |
| [illegible]تشک | ع | کلورا ڈائن | ۸ر درجن ۵ |
| [illegible]ٹانک | عہ ۴ر | لال شربت | عہ |
| [illegible]ھیگہ کے کھانیکی دوا | عہ | خارشت کھجلی کی دوا | ۱۲ر |
| گھیگہ کے لگانیکی دوا | ۶ر | امراض مستورات کی دوا | عہ ۸ر |
| پین ہیلر | عہ ۴ر | امراض دندان | ۸ر |
| کھانسی کی دوا (چھوٹی) | ۱۰ر | روغن پیپرمنٹ | ۱۲ر |
| کھانسی کی دوا (بڑی) | عہ ۴ر | روغن پیپرمنٹ | عہ ۲ر |
| کان بہنے کی دوا | ۶ر | روغن ریبنڈی | ۱۲ر |
| داد کا مرہم | ۶ر | روغن صندل | ۱۴ر |
| زخم کا مرہم | ۸ر | روغن اجوائن | ۸ر |
| زخم دھونے کی ٹکیا | ۲ر | روغن سونٹھ یا ادرک | ۱۲ر |
| مقوی باہ کی گولیاں | عہ ۴ر | روغن سونف | ۶ر |
| پرانے ملیریا بخار کی گولیاں | ۱۰ر | روغن دارچینی | ۱۲ر |
| بدہضمی و بدہضمی کے دست | عہ ۸ر | روغن لونگ | ۸ر |
| کونین کی ٹکیا | ۱۴ر | روغن لیمبو | ۶ر |
| دردسر کی دوا | ۱۲ر | روغن الائچی | ۱۲ر |
| جلاب کی گولیاں | ۹ر | لیونڈر | ۱۴ر |
| طاعون کی گولیاں (بڑی ڈبیہ | عہ ۲ر | نمونہ کا بکس | ع |
| ایضاً (چھوٹی) | | تھرمامیٹر (انگریزی و اردو | سے |

المشتہر ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ